8/117

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۳۱ راگست سنہ ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضؓ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَنْ یَّاْبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی (رواہ البخاری)

ترجمہ:۔ ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے میری تمام امت جنت میں جائے گی۔ مگر جو انکار کرے، صحابہؓ نے دریافت کیا یا رسول اللہ وہ کون ہے جو آپ کا انکار کرتا آپ نے جواب دیا جس نے میری اطاعت کی وہ جنّت میں داخل ہوا اور جس نے نافرمانی کی، اس نے مجھے نہ مانا اور میرا انکار کیا۔

(اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا ہے)

شرح:۔ انکار دو قسم پر ہے ایک یہ کہ زبان سے انکار کرے۔ ایسا منکر کافر ہے اور کبھی جنّت میں داخل نہیں ہو سکتا، دوسرا یہ کہ زبان سے اقرار کرتا ہے مگر اپنے طرز عمل میں کھلے منکر کے مشابہ ہے۔ یہ گو اقرار کر رہا ہے۔ مگر جب نافرمانی کرنے میں زبان سے انکار کرنے والے کے برابر ہے تو ایک نظر میں یہ بھی گویا منکر ہے، لہٰذا اسے بھی اُن منکرین کے ساتھ کچھ دن رہنا ہوگا گو اپنے قلبی اقرار کی وجہ سے پھر نجات ہوجائے۔ رسول کے لائے ہوئے دین کو ماننا ایمان ہے اور اس کی اطاعت کرنا اس قلبی ایمان کی علامت ہے۔ نافرمان اور منکر صورت میں یکساں ہیں۔

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ (رواہ فی شرح السنۃ قال النووی فی اربعینۃ هٰذا حدیث صحیح رویناہ فی کتاب الحجۃ باسناد صحیح)

ترجمہ:۔ عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں کوئی شخص ایماندار نہیں ہو سکتا، یہاں تک کہ اس کی خواہش اس دین کی تابع نہ بن جائے جو میں لایا ہوں۔ اس حدیث کو شرح السنہ میں روایت کیا ہے۔ نووی اپنی کتاب اربعین میں فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے اور کتاب الحجہ میں ہم نے اس کو صحیح اسناد سے روایت کیا ہے۔

شرح:۔ ایمان کا کمال یہ ہے کہ متابعت شریعت میں وہ لطف ولذّت محسوس ہونے لگے جو طبعی مرغوبات میں محسوس ہوتا ہے۔ نماز کے وقت نماز اور ماہ رمضان میں روزہ اور نصاب حولی پر زکوٰۃ کی وہ خواہش ہو جو سردی میں گرم کپڑے اور گرمی میں ٹھنڈک حاصل کرنے کی ہوتی ہے۔ یہ کیفیت اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جبکہ نفس اپنی سرشت چھوڑ کر شریعت کے تابع ہو جائے اسی کا نام نفس مطمئنہ ہے ظاہر ہے کہ جب نفس میں یہ ذوق پیدا ہو جائے گا تو بلا کلفت شریعت پر دائمی عمل میسّر آ جائے گا اور اس وقت وہ ایمان حاصل ہو گا جو بڑی حد تک زوال کے خطرہ سے مامون ہوگا۔ صوفیا کی اصطلاح میں اس کا نام ولایت کبریٰ ہے۔ شریعت میں اس کو ایمانِ کامل کہا جاتا ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔ (رواہ الشیخان)

ترجمہ:۔ انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے تم میں کوئی مومن نہیں ہے جب تک کہ میں اسے اپنے بیٹے باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوجاؤں اس حدیث کو شیخین نے روایت کیا ہے۔

شرح:۔ شیخ بدرالدین عینیؒ لکھتے ہیں کہ محبت کے تین اسباب ہیں۔ کمال، جمال، جود و سخاء۔ یہ تینوں اوصاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے زیادہ کسی کی ذات میں موجود نہیں۔ آپ کا کمال شریعت مطہرہ سے ظاہر ہے۔ آپ کا جمال احادیث شمائل میں موجود ہے، آپ کی روحانی و جسمانی بخشش و کرم کا تو کون اندازہ لگا سکتا ہے۔ پھر آپ کی محبت تمام مخلوق سے زیادہ کیوں نہ ضروری ہو۔ ماں، باپ، بیٹے کی محبت طبعی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبّت محبّتِ عقلی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں کہ کمال ایمان یہ ہے کہ..

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

رحلتِ شیخ العصر علیہ رحمۃ اللہ

(از مظاہر حسین نظر)

خضرِ طریق و قائدِ احرار چل بسا　　اہلِ نظر کا قافلہ سالار چل بسا

قطبِ زمان و شیخِ عرب، سیدِ عجم　　وہ عصرِ نو میں عظمتِ اخیار چل بسا

عبدالرحیمؒ و نازشِ گنگوہؒ کا چراغ　　نورِ نگاہِ دیدۂ ابرار چل بسا

احمد علیؒ کے بعد زمانے میں بے مثال　　احمد علیؒ کا ثانیٔ افکار چل بسا

وہ جس سے دوڑتی تھی عمل میں حیاتِ نو　　وہ زندگی کا جذبۂ بیدار چل بسا

وہ منبعِ ہدا وہ چراغِ رہِ سلوک　　افسوس روشنی کا وہ مینار چل بسا

نازاں تھا جس پہ زہد تو تقویٰ نثار تھا　　وہ آفتابِ رُشد و سحر بار چل بسا

اس دور میں نظیر نہ تھی جس کی اے نظرؔ
وہ شیخِ عصر و صاحبِ اسرار چل بسا

(۱۷ راگست ۱۹۶۲ء)

۱:۔ شیخ المشائخ شاہ عبدالقادر رائپوری ۲:۔ سید الطائفہ شاہ عبدالرحیم رائے پوری ۳:۔ قطب الارشاد والتکوین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ۴:۔ قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی نوراللہ مرقدہٗ

(پیام اسلام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

فون نمبر ۶۷۵۴۵

جلد ۸ | ۲۹ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۳۱ اگست ۱۹۶۲ء | شمارہ ۱۷

فہرست مضامین

لمحہ فکریہ

مغربی تہذیب و تمدن کے اثرات کے تحت مذہب سے آزادی آج کل عام ہوتی جا رہی ہے۔ مذہبی حدود و قیود بے راہروی کے شکار اشخاص کو وبالِ جان نظر آتی ہیں تاہم دیہات و قصبات کے عام مسلمان اس متعدی وبا سے بحمد اللہ تعالےٰ محفوظ ہیں اور اس سے بھی انکار نہیں کہ شہروں میں ہزارہا دیندار حضرات دینی اقدار کو اپنا سرمایۂ حیات اور ذریعۂ نجات سمجھتے ہیں لیکن فرنگی تہذیب کی دلدادہ کھیپ اپنی تمام تر کوششیں صرف اسی نقطے پہ مرکوز کر چکی ہے کہ عوام الناس کو لامذہب بنا کر شرم و حیا کے تقاضوں سے دور کر دیا جائے۔ ان مقاصد کی تکمیل کے لیے وہ تہذیب و ثقافت کے نام سے مختلف روپ بھر کر بے حیائی کو رواج دینا، کلبوں اور ناچ گھروں کی زینت بڑھانا، فحاشی و لامذہبیت کی ترویج و اشاعت اور شعائر اسلامی کی تضحیک اپنا نصب العین بنا چکے ہیں۔ اور جو شخص ان کے آڑے آئے اسے دقیانوسی اور رجعت پسندی کا خطاب دے دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ یہ ناعاقبت اندیش اس حقیقت سے ناآشنا ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ فرنگی آمروں کی ڈیڑھ سو سالہ غلامی نے انہیں تاریکیوں کے کس قدر عمیق غار میں دھکیل دیا ہے۔ اسلامی تاریخ اور مسلمانوں کا شاندار ماضی ان کے لیے قصۂ پارینہ ہو چکا ہے۔ اور یہ اغیار کی مادی ترقیوں پر فریفتہ ہو کر دین۔ ایمان سے بیزاری کا ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام بھی مادی ترقی اور سامان جنگ کی تیاری سے کسی حال میں بھی نہیں روکتا۔ لیکن اس صورت حال کو بھی کسی طرح برداشت نہیں کرتا کہ انسان مادیت زدہ ہو کر انسانی اور اخلاقی قدروں سے ہاتھ دھو بیٹھے مذہب کو ثانوی حیثیت دے۔ خدا پر بھروسہ چھوڑ دے اور محض مادی قوت اور طاقتور ملکوں کی رفاقت ہی کو فتح و نصرت اور کامرانی کا واحد ذریعہ قرار دے۔

بہرحال ملک میں دس پندرہ سالوں سے دینی رجحانات میں غیرمعمولی کمی آ گئی ہے۔ سوائے اس آخری سال کے کہ غیرجانبدارانہ انتخابات کے باعث چند اچھے افراد بھی اسمبلیوں میں جا پہنچے اور قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی میں کتاب و سنت کے مطابق قوانین کو ڈھالنے کی تجاویز اور قراردادیں پاس ہوئیں اسلامی اقدار کی حفاظت کے روح پرور اور دل خوش کن نعرے بلند ہوئے۔ اور ایوانِ اسمبلی نے پہلی مرتبہ فرزندانِ اسلام اور جاں نثارانِ دین مبین کے خطبات سے اپنی فضاؤں کو گونجتے دیکھا۔ مگر باطل قوتیں بھی غافل نہیں وہ عہدوں پر قابض ہونے اور حق کو شکست دینے کی تیاریوں میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ عائلی قوانین کا مسئلہ معلق ہے اور اس کے باعث ملک میں اضطراب پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ارباب فکر و نظر اور عامۃ المسلمین اور خصوصاً علماء پر فرض عائد ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی حق کی حمایت پر کمربستہ ہو جائیں۔ معاشرے کی اصلاح کا بیڑہ اٹھا لیں۔ دین اور علوم دینی کی خدمات کو سلف صالحین کے اسلوب پر بجا لائیں، منظم ہو کر وقت کے تقاضوں کا جواب دیں اور موجودہ مشکلات کا عملی اور فکری حل پیش کریں۔

اس مقصد کی تکمیل کے لیے جمعیۃ العلماء اسلام عملی اقدام کا آغاز کر چکی ہے۔ لاہور کنونشن منعقدہ ۴ راگست ۱۹۶۲ء میں تمام ملک کے تقریباً دو صد علماء نے آپس میں سر جوڑ کر مشورے کئے تجاویز پاس کیں۔ آئندہ کے لیے کام کا خاکہ سوچا دین حق کی سربلندی اور باطل کو شکست دینے کے لیے خطوط معین کئے۔

خدا کرے ہمارے علمائے کرام اس ملک میں دین حق کے مٹتے ہوئے نقوش کو تابندہ تر کرنے میں کامیاب ہوں۔

ڈاکٹر عبدالقوی صاحب کو صدمہ

ہم انتہائی افسوس کے ساتھ یہ سطور سوادِ قلم کر رہے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب موصوف کے صاحبزادے اور مولانا عبیداللہ انور مدظلہٗ کے ماموں زاد بھائی عبدالعظیم راحت لقمان بعارضہ ایپنڈے سائٹس برمنگھم (انگلستان) میں رحلت فرما گئے ہیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے عنفوانِ شباب کو دیکھ کر یہی کہا جا سکتا ہے

وہ پھول اپنی لطافت کی داد پا نہ سکا
کھلا ضرور مگر کھل کے مسکرا نہ سکا

ادارہ ڈاکٹر عبدالقوی صاحب لقمان کا شریک غم ہے۔ اور بارگاہِ رب العزت میں دست بدعا کہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ قارئین سے بھی مرحوم کے حق میں دعا کی درخواست کی جاتی ہے۔

(ادارہ)

جلسہ یادگار

امیر شریعت

حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری

منعقدہ

۳۰ راگست ۱۹۶۲ء بروز جمعرات بعد از نماز عشاء

بمقام

احرار پارک بیرون دہلی گیٹ لاہور

زیر صدارت

حضرت مولانا عبیداللہ صاحب انور (امیر انجمن خدام الدین لاہور)

مقررین

مولانا تاج محمد لائل پوری۔ مولانا عبدالرحمٰن میانوالی، شیخ حسام الدین، مولانا غلام غوث۔ قاضی احسان احمد شجاع آبادی، ماسٹر تاج الدین انصاری۔ مولانا محمد علی جالندھری سید عطاء المنعم بخاری۔

شعرائے کرام:- امین گیلانی۔ جانباز۔ حبیب جالب۔ اللہ دتہ صاحب

خطبہ یوم الجمعہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ / ۲۴ راگست ۱۹۶۲ء

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

شرافت اسلامی

از حضرت مولانا عُبیدُاللہ انور صاحب مدظلہ

بزرگانِ محترم! اسلامی شرافت اور نیکی کا دامن اس قدر وسیع ہے کہ اس کے سایۂ عافیت میں یگانے اور بیگانے سب پناہ لے سکتے ہیں۔ حتیٰ کہ حیوانات تک کے ساتھ بھلائی اور دردمندی کا درس اس کی تعلیمات میں موجود ہے۔ یہ شرف صرف نبیٔ امی اور آمنہ کے لال جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے پیغام حیات ہی کو حاصل ہے کہ اپنے تو اپنے دشمن بھی اس کی فیض رسانیوں سے محروم نہیں اسلام کے سوا دنیا کا کوئی ایسا مذہب نہیں جس نے اغیار اور دشمنوں کے ساتھ بھی مراعات کا اعلان کیا ہو۔ اور اپنے تشنۂ خون معاندین کے ساتھ حتی الامکان بھلائی مرعی رکھنے کا حکم دیا ہو۔

اعلانِ عام ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ سب کے ساتھ انصاف اور بھلائی کرو کہ ایسا کرنے سے تمہیں فلاح و کامیابی بھی ہو گی اور تم خسارے میں بھی نہ رہو گے

اَحْسِنْ کَمَآ اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ بھلائی کرو ایسی کہ اس میں کسی لالچ، غرض اور ذاتی مطلب کا کوئی شائبہ نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔ تمہارے معاصی اور ذمائم سے قطع نظر کرکے، تمہارے شر و شیطنت اور احکام الٰہی سے روگردانی کے باوجود اور تمہارے ظلم و عدوان سے بے نیاز ہوکر تمہارا رزق بند نہیں کرتا اور باوجود قادر مطلق ہونے کے تمہیں تہس نہس کرکے نہیں رکھ دیتا۔ تو تمہیں بھی حق نہیں پہنچتا کہ اس کی مخلوق سے برا سلوک کرو اور ان پر عرصۂ حیات تنگ کردو۔ اس ضمن میں جدالانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا ایک واقعہ بہت مشہور ہے۔ آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ جب تک دسترخوان پر کوئی مہمان نہ ہو کھانا تناول نہ فرماتے تھے۔ ہمارے حضرات میں سے بھی اکثر اور خاص طور پر سیدی و مولائی شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز جو علم حدیث میں میرے استاد ہیں اور جن کے خوان نعمت کا میں ایک ادنیٰ خوشہ چین ہوں۔ ان کا بھی یہی معمول تھا۔ اور کوئی وقت کھانے کا ایسا نہ جاتا تھا کہ ان کے دسترخوان پر پچیس تیس آدمیوں کا اجتماع نہ ہو اور سنتِ ابراہیمی کا یہ عملی مظاہرہ دیکھنے میں نہ آئے۔

بات یہاں سے چلی تھی کہ حضرت ابراہیمؑ اکیلے کھانا کھانے کے عادی نہ تھے۔ ایک دن ایسا ہوا کہ کوئی مہمان نہ آیا۔ آپ سخت مضطرب تھے۔ بے چین تھے اور باہر جا جاکر مہمان کی تلاش کر رہے تھے۔ اتفاق سے کافی وقت گزرنے کے بعد ایک ضعیف سا انسان چیتھڑے زیب تن کئے۔ سفر کا تھکا ہارا سامنے آتا دکھائی دیا۔ اسے دیکھ کر آپ کی جان میں جان آئی۔ جب وہ قریب آیا۔ تو اسے آپ نے کھانے کی دعوت دی۔ اندھا کیا مانگے دو آنکھیں وہ بھوکا تھا ہی فوراً ساتھ ہو لیا۔

گھر جاکر کھانا سامنے رکھا گیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کا نام لے کر نوالہ لیا۔ مہمان نے لقمہ توڑا تو اللہ کا نام نہ لیا۔ حضرت ابراہیم نے اسے خدا کا نام لینے کی ہدایت فرمائی۔ لیکن اس نے کہا میں خدا کو مانتا ہی نہیں اس کا نام کیونکر لوں۔ اللہ کے خلیل کو اس پر غصہ آگیا کھانا اس کے آگے سے اٹھا لیا اور اسے گھر سے نکال دیا۔ ایسا کرنا ہی تھا کہ جبریلؑ نازل ہوگئے اور پیغام خداوندی لائے

"اے ابراہیم اپنے خدا کے ضبط کو دیکھ کہ باوجود اس شخص کی سرکشی اور نافرمانی کے اسے ساری عمر دو وقت کا کھانا دیا لیکن تجھ سے اتنا بھی نہ ہوا کہ ایک وقت کی روٹی اسے کھلا سکے۔"

قرآن حکیم نیکی اور بھلائی کی ترغیب و تحریص کے لیے جا بجا اور بار بار کہتا ہے کہ تم نیکی کروگے تو دنیا اور آخرت میں خائز المرام ہوگے۔ ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا و یکفر عنکم سیئاتکم و یغفر لکم واللہ ذوالفضل العظیم ۝

ترجمہ: اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا۔ اور تمہارے گناہ دور کر دے گا۔ اور تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

گویا نیکی اور بھلائی کرنے کا مادی و دنیوی صلہ تو یہ ملے گا کہ دنیا میں سربلندی اور سرافرازی ہوگی اور آخرت کا فائدہ یہ ہوگا کہ گناہ کالعدم ہو جائیں گے اور تم بخش دیئے جاؤ گے۔ اسے کہتے ہیں حق نوازی، نیکی اور شرافت کا جوہر اصلی کہ حق کے معاملہ میں کسی امر کی پرواہ ہی نہ ہو اور یگانہ و بیگانہ سب کے معاملے میں حق ہی کہا جائے۔

عفو و درگذر

اسلام اس باب میں بھی شانِ امتیازی رکھتا ہے۔ وہ صاف طور پر کہتا ہے۔ بھلائی اور برائی ہرگز برابر نہیں ہو سکتی۔ تم برائی کے عوض بھلائی کرو۔ انصاف کے تقاضے کا سوال آیا تو کہا " جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا " جتنا ضرر پہنچے اتنا ضرر پہنچایا جا سکتا ہے۔ لیکن نیکی کی تعلیم یہاں بھی ہاتھ سے نہیں جانے دی۔ اور فرما دیا ان تعفوا ھو اقرب للتقوٰی۔ اگر تم اپنی طرف سے معاف کردو تو خدا بہت خوش ہوگا۔ اور یہ تقویٰ سے قریب ترین چیز ہے

له آیت زیر عنوان، میں مغفرت ربانی اور جنت کی طرف پیش قدمی کی رغبت دلاکر درتا ہے جنت کے جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں ان میں بھی عفو و درگذر کو خاص درجہ دیا گیا ہے۔

" فراغت اور تنگی (دونوں) میں خرچ کرتے ہیں غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے درگذر کرنے والے ہیں۔ اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔"

درگذر کرنے سے مراد یہی نہیں کہ باوجود قدرت و استعداد خطاوار سے انتقام نہیں لیتے بلکہ معاف بھی کر دیتے ہیں۔ بزرگوں نے لکھا ہے

العافین عن الناس کا درجہ کاظمین الغیظ سے بلند تر ہے (الناس کے لفظ نے عفو و درگذر کو تمام نوع انسانی کے لیے عام کر دیا ہے اس میں صرف مومن و مسلم کی تخصیص نہیں) وہ اگر محض ایک سلبی کیفیت تھی تو یہ ایک ایجابی مرتبہ ہے۔ المحسنین۔ محسنین کا درجہ کاظمین و عافین دونوں سے بلند تر ہے۔ یعنی عفو سے بھی آگے بڑھ کر یہ اور حسن سلوک سے پیش آتے ہیں۔ اخلاقی تعلیم کے موقع پر قرآن نے اکثر تدریج کو پیش نظر رکھا ہے اور اس کی بہترین مثال یہ آیت کریمہ ہے۔ تینوں اوصاف اور مقامات فضیلت کے ہیں لیکن یہ تیسرا

مجلسِ ذکر منعقدہ ۲۱ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ مطابق ۲۴ اگست ۱۹۶۲ء عیسوی

مجلسِ ذکر

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبیداللہ انور مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر مجلسِ ذکر کے بعد ارشاد فرمائی۔

مرتبہ مناظر حسین نظر۔

انسان کس قدر ضعیف ہے اور ارشادِ باری خلق الانسان ضعیفا کی حقیقت کتنی واضح و صاف اور نکھری ہوئی ہے اس کا صحیح علم انسان کو تکلیف اور پریشانی کے وقت میں اپنی عاجزی اور بے بسی دیکھ کر ہوتا ہے۔ ادنیٰ سے ادنیٰ دکھ بھی ایک پل آرام نہیں لینے دیتا۔ اور سارا وقت بے چینی میں گزر جاتا ہے— آج خود میری کیفیت یہ ہے کہ ایک پھنسی نکلی ہوئی ہے لیکن نس پر ہونے کے باعث کل شام اور آج سارا دن یہ حالت رہی کہ چلنے پھرنے تک سے معذور ہو گیا اور کسی پہلو چین نہیں پڑتا تھا۔ انجکشن لگوائے اور ادویات کے استعمال کے بعد مشکل سے اس قابل ہوا ہوں کہ مجلسِ ذکر میں شریک ہو سکوں— اسی سے اندازہ کیجئے کہ قدرتِ خداوندی کے آگے انسان کس قدر درماندہ، کمزور اور بے بس ہے کہ ایک پھنسی بھی اسے بیکار کر کے رکھ سکتی ہے۔ اور وہ خدا کی طرف سے پہنچنے والے معمولی سے معمولی دکھ کے مقابلے کی بھی تاب اور طاقت اپنے اندر نہیں رکھتا

محترم حضرات! دکھوں اور تکالیف کے مقابلے میں انسان کی بیچارگی اور بے بسی اپنے اندر ایک بہت بڑا سبق اور عظیم درسِ حیات رکھتی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنی کمزوریوں اور درماندگیوں کا اقرار کر کے عجز و انکسار کو شعار بنائے راحت و آرام کے لمحات میں خوفِ خدا کو سامنے رکھے۔ غرور یا کبر اور ناشکری سے بچے۔ اپنی حقیقت کو نہ بھولے۔ خدائے وحدہٗ لاشریک پر بھروسہ رکھے اور ہر گھڑی اور ہر آن اس کا شکرگزار بندہ ہونے کا ثبوت دے۔

اگر سوچا جائے اور حقیقتِ حال پر غور کیا جائے تو انسان خدائے لایزال کی نعمتوں کا شکر ادا کر ہی نہیں سکتا۔ آخر کس کس نعمت کا شکر ادا کرے اور کن کن احسانات کا تذکرہ چھیڑے۔ جسم کے تمام اعضاء اور جان سب اسی خالقِ قدیر کے عطا کردہ ہیں اور کائنات کی ہر شے جو انسان کی خدمت پر مامور ہے اسی یکتا و برتر ذات کی دین ہے— اصل میں انسان کے لئے شکر کا ادا کرنا تو صرف اس قدر ہے کہ خدا کی دی ہوئی چیزوں کو اس کی راہ میں اس کے حکم کے مطابق صرف کر دیا جائے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دیگر عبادات مثلاً جہاد، ذکر اور تلاوت وغیرہ کی ادائیگی درحقیقت ادائے شکر ہی کی مختلف صورتیں ہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کو یہی تعلیم دیتا ہے۔ اور یہی ایک مسلمان کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد اور اس کی سب سے بڑی کامیابی ہے کہ وہ شیوۂ تسلیم و رضا کا خوگر اور مالکِ حقیقی کے احکام کی تعمیل میں جان کی بازی ہار دینا بھی ایک ادنیٰ کھیل سمجھتا ہو۔ اور پھر اسی پر اکتفا نہ کرے بلکہ یہ خیال کرے کہ

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا۔

لیکن مقامِ افسوس ہے کہ جس مذہب کی تعلیمات میں حکمِ خداوندی کی تعمیل اور تسلیم و رضا کی اس قدر اعلیٰ تعلیم موجود ہے۔ کہ مصائب و ابتلاء میں بھی صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے آج اسی دینِ حق کے پیروکار آپس میں دست و گریباں اور آمادۂ پیکار نظر آتے ہیں۔ عالمِ اسلام کی سیاسیات پر نگاہ دوڑائیے ناصر شاہ سعود کے خلاف کفر کے فتوے گھڑ رہا ہے۔ اور سعودی عرب جہاں سے دینِ حق کے سوتے پھوٹے تھے۔ وہ ناصر کی تکفیر کو سب سے بڑی کامیابی خیال کئے ہوئے ہے۔ اردن کی عراق سے نہیں بنتی، ایران عراق سے پرخاش رکھتا ہے۔ اور افغانستان، پاکستان کا دشمن بنا بیٹھا ہے۔ آخر یہ کیوں ہے؟ اسلام اقوامِ عالم کی بگڑی بنانے کے لئے آیا تھا اور جس کی روشنی سے سارا جہان چمک اٹھا تھا۔ آج اسی کے ماننے والے اندھیاروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ اور اس کی زبوں حالی پر غیر بھی خندہ استہزاء بلند کر رہے ہیں ؎

وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغرباء ہے
وہ دین ہوئی بزمِ جہاں جس سے چراغاں
آج اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

محترم حضرات! یہ سب کچھ محض اس لئے ہے کہ ہم نے کتاب و سنت کا دامن چھوڑ دیا۔ اور خوفِ خدا سے منہ موڑ لیا ہے اور بات یہاں تک جا پہنچی ہے کہ آج ہمیں غیر مسلم عقلاء بھی دین پر قائم رہنے کا مشورہ دے رہے ہیں، اور یہ درس دے رہے ہیں کہ آپ کی حیات و زیست اور زندگی صرف تعلیماتِ قرآنیہ کے فروغ کے ساتھ وابستہ ہے

گر تو میخواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآں زیستن

آج ہی کی بات ہے کہ میں نے کوئی چیز بازار سے منگوائی جس کاغذ میں وہ شے آئی اسے کھول کر پڑھا تو مولانا عبدالماجد صاحب دریا بادی کی تحریر کردہ نگارشات تازیانۂ عبرت کے عنوان سے سامنے آئیں۔ میں نے یہ کاغذ اسی وقت جیب میں رکھ لیا۔ اور تہیہ کر لیا کہ مجلسِ ذکر میں یہ مضمون آپ کو بھی سناؤں گا۔ اب آپ سنیں اور اس آئینہ میں ملک و ملت کا چہرہ دیکھیں۔

ڈان مورخہ ۳۰ مئی میں ایک مراسلہ:

"میری سیاحت پاکستان"

میں مسلمانوں کے مذہب کا۔ اور ان کی اعلیٰ و نفیس تہذیب کا اور ان کے مشہور عالم قانون کا ہمیشہ سے مداح رہا ہوں۔ ان کی ان صفات کا علم مجھے کتابوں سے ہوا۔ خوش قسمتی سے میرا اسپین جانا ہوا اور وہاں ان کی عمارتیں دیکھ کر میں عربوں کی اعلیٰ معماری کا بہت زیادہ قائل ہو گیا...... وہاں کی سیاحت سے مجھے شوق دوسرے مسلم ملکوں کی سیاحت اور اسلام سے متعلق ممکن حد تک مزید واقفیت کا ہوا۔ بعد کو مجھے علم سب سے بڑے مسلم ملک پاکستان کا ہوا۔ جو اپنے ہمسایہ بھارت کے ساتھ سس صدیوں سے بھی زیادہ تک مسلم حکومت کے ماتحت رہ چکا ہے۔ چنانچہ میں ابھی ابھی تین مہینہ کے دورہ پاکستان و بھارت کے بعد واپس آیا ہوں تقریباً ساری ہی تاریخی مسلم یادگاریں دیکھ کر۔ اس دورہ سے مسلم تہذیب کی بے حد بلندی کا نقش میرے دل پر بیٹھ گیا ہے اور میں اس پر فخر محسوس کرتا ہوں۔

پاکستان ایک اسلامی حکومت ہے اور پاکستانیوں کو اپنی روایات پر فخر ہونا چاہیئے تھا۔ لیکن مجھے یہ دیکھ کر بڑا ہی رنج ہوا کہ پاکستان کی اکثریت مغربی تمدن سے ہر شعبۂ زندگی میں نہایت مرعوب ہے اور اس کی بجنسہٖ نقالی کرنا چاہتی ہے۔ اور باہر والوں کے سامنے اپنی روایات کا نام لیتے شرماتی ہے۔ میں نے اپنی آنکھوں کو جھٹلانا چاہا۔ جب میں نے ان کے اخبارات (خصوصاً کراچی کے پرچوں میں) نائٹ کلبوں کے اشتہار پائے جس لئے کہ مجھے اسلامیات کے مطالعہ سے معلوم ہو چکا تھا کہ اسلام میں بیہودگیاں ممنوع ہیں۔

میرا برادرانہ مشورہ پاکستان کی نوعمر ملت کو یہ ہے کہ انہیں اپنے مقدس دین اسلام کے خلاف کسی چیز کو بھی اختیار نہ کرنا چاہیئے ورنہ انہیں ایک دن خدا کے آگے جواب دینا ہوگا۔ اور ان کا بے نظیر تمدن غارت ہو کر رہے گا۔ (جیمس کوٹیلون) (لندن)

یہ ایک غیر مسلم کا مشورہ ہے جس نے اسلام

کا کتابی مطالعہ کیا ہے۔ اس نے عملی اسلام نہیں دیکھا مگر مسلمانوں کے تہذیب و تمدن اور اسلام کی تعلیمات کا اس قدر گہرا نقش اس کے دل پر ہے کہ وہ یورپ کا باشندہ اور گہوارۂ تہذیب نَو میں پروردہ ہونے کے باوجود نائٹ کلبوں کو بیہودگیوں سے تعبیر کرتا ہے۔ اسے علم ہے کہ ایسی فحش اور بیہودہ مجالس کے لئے اسلامی تہذیب و تمدن اور ثقافت میں کوئی جگہ نہیں۔

حیف صد حیف کہ جن برائیوں کو اقوام غیر کے باشعور انسان بھی بیہودگیاں قرار دیتے ہیں۔ وہ مسلمانوں میں تہذیب و ثقافت کے نام سے رواج پا رہی ہیں۔ یہ مثل کہ واقعی "مسلمانان درگور و مسلمانی درکتاب" کس قدر سچی حقیقت بن کر سامنے آ رہی ہے۔

اب مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے جو چپت پاکستانی مسلمانوں کے منہ پر رسید کیا ہے۔ اسے بھی لگے ہاتھوں ملاحظہ فرمائیں وہ فرماتے ہیں۔

"اگر غیرت کا شائبہ بھی پاکستانیوں میں باقی ہے۔ تو ایک غیر مسلم کی زبان سے یہ باتیں سن کر ڈوب مرنے کا مقام ہے۔"

جس دین میں اسراف و تبذیر کے لئے کوئی گنجائش نہ ہو اور اسراف کرنے والوں کو شیطان کے بھائی کا لقب دیا گیا ہو۔ جس مذہب کو لہو و لعب اور کھیل تماشوں سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو۔ بے حیائی اور بے ہودگی جس کے سائے سے بھی بھاگتی ہو اور جس نے زنا کی طرف کھلنے والے تمام دروازے یکسر بند کر دیئے ہوں اور اس طرف رہنمائی کرنے والے سارے اسباب و وسائل کو حرام قرار دے دیا ہو۔ اس کے ماننے والوں کو کب زیب دیتا ہے۔ کہ وہ نائٹ کلبوں کی زینت بنیں۔ فحاشی کی محفلیں آراستہ کریں شراب نوشی کی دوکانیں سجائیں اور فحاشی و زنا کے اڈے آباد کریں۔

یہ صورتِ حال واقعی پاکستانیوں کے لئے ڈوب مرنے کا مقام اور مسلمانوں کی غیرت و حمیت کے لئے ایک عظیم تازیانہ عبرت ہے۔

مذکورہ کاغذ پر دس لاکھ حاجی کے عنوان سے چند اور سطور بھی دعوت فکر و نظر دیتی ہیں حضرت مولانا عبدالماجد دریا آبادی رقمطراز ہیں۔

۱۴ مئی کی خبر۔ سعودی سفارت خانہ کی، کہ اس سال مختلف مسلم ملکوں سے ۹ لاکھ ۹۶ ہزار ۵۵۴ افراد نے فریضہ حج ادا کیا۔ اتنی بڑی تعداد سن کر خوشی کس مسلمان کو نہ ہوگی۔ اور خدا ایسا کرے کہ حج مقبول ان سب ہی کو بلا استثنا نصیب ہوا ہو۔

لیکن کیا عرض کیجئے کہ جب سے حج بیت اللہ عبادت سے بڑھ کر ایک تجارتی سفر بن گیا ہے۔ اور مکہ معظمہ کے بازار، گھڑیوں، قالینوں، قلموں، زیورات اور ہر قسم کے نفیس و اعلیٰ تحفوں کے لحاظ سے لندن اور پیرس کا مثنیٰ بن گئے ہیں! کیسی کیسی خرابیاں اپنے نفسوں اور نیتوں سے پیدا ہو گئی ہیں! ان تقریباً ۱۰ لاکھ حاجیوں میں سے خدا کرے کہ ایک لاکھ سہی۔ دس ہی فی صدی اخلاص کامل اور صدقِ نیت کے ساتھ حج کے لئے گئے ہوں! —— ایک شاعر ترکستانہ یہاں تک کہہ گزرا ہے۔ ؎

طاعت میں تار ہے نہ مے و انگبین کی لاگ
دوزخ میں جھونک دو کوئی لے کر بہشت کو

ہم اہل نیاز، خیر اس حد تک تو نہیں جا سکتے۔ لیکن پھر اس پر بھی قادر نہیں کہ اپنے نفس کے اندر جو چور چھپے ہوئے ہیں ان سے بھی صرف نظر یکسر کر لیں۔

برادرانِ عزیز! کس قدر بدقسمتی اور حرمان نصیبی ہے کہ مسلمانوں کی کوئی عبادت بھی اب خالصتاً لوجہ اللہ نہیں رہی۔ ریا، خود غرضی اور نفع اندوزی کا تصور ساری عبادات کو غارت کرنے کا سبب بن رہا ہے۔ حتیٰ کہ حج ایسا پاکیزہ سفر اللہ کی رضا اور اس کی خوشنودی کے لئے ہونا چاہیئے تھا۔ وہ سیر و سیاحت اور کاروبار کا ذریعہ بن کر رہ گیا ہے۔ اور اس نے ثواب کی تمام صورتیں مخدوش کر کے رکھ دی ہیں۔

اہل اللہ کبھی گوارا نہیں کرتے کہ عبادت میں کسی قسم کی کوئی ملاوٹ ہو۔ اور خداوند قدوس بھی فقط وہی بندگی قبول کرتے ہیں جو اس کی بارگاہِ مقدس میں خود غرضی اور ہر قسم کے کھوٹ کے شائبہ تک سے پاک ہو۔ خلوص نیت جذبۂ اخلاص اور صفائی قلب کے جواہر سے معرا اعمال ہی مقبول و محبوب اور ذریعہ قرب و نجات ہو سکتے ہیں۔

حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ عمرہ کے لئے تشریف لے گئے میں بھی ہمراہ تھا۔ وہاں جا کر آپ نے اپنی گھڑی برادر بزرگوار حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب دامت برکاتہم کو دے دی۔ واپسی پر جب ہم کراچی پہنچے تو حضرت نے مجھے حکم دیا کہ بازار سے ان کے لئے کوئی گھڑی خرید لاؤں میں نے سوچا ہم گھڑیوں کے گھر سے آ رہے ہیں وہاں بھی وہاں سستے تھے۔ اور شرعاً بھی اس میں کوئی قباحت نہ تھی کیونکہ گھڑی خریدنا ضرورت کے تحت تھا نہ کہ کاروبار کے لئے۔

میں اسی سوچ میں تھا کہ حضرت علیہ الرحمۃ نے فرمایا "ٹھیک ہے گھڑی خریدنے کا شرعی جواز موجود تھا لیکن میں اس ادنیٰ سی رعایت سے فائدہ اٹھانا بھی تقوے کے خلاف سمجھتا ہوں۔ اور میرا یہ اقدام اس غلط روش کی عملی تردید ہے۔ جس نے کاروبار کی شکل اختیار کر لی ہے۔"

اندازہ فرمایئے کس قدر خیال ہوتا ہے۔ اہل اللہ کو اخلاص اور تقوے کا کہ اس شرعی جواز سے بھی فائدہ اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ جس سے غلط خدشات کے راہ پا جانے کا احتمال ہو سکتا تھا۔

محترم حضرات! ایسے ہی بندگانِ خدا کے نقوش قدم آنے والوں کیلئے مشعلِ راہ بنتے ہیں اور یہی وہ پاکباز ہستیاں ہیں جو اپنے خداداد علم و عمل اور قدرت کی ودیعت کردہ بے نظیر صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر سیل حوادث اور برائیوں کے دھارے کا رُخ بدل کر رکھ دیتی ہیں۔ آخر میں دست بدعا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں مسلمان بنائے۔ کتاب و سنت۔ قانون رائج کرنے کی ہمیں توفیق دے۔ بزرگانِ دین کے طریق کو زندہ رکھنے اسلاف کی یاد کو تازہ کرنے اور اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے ہماری جانوں کو قبول فرمائے۔ (آمین)

قارئین کی خدمت میں

جو حضرات حضرت مولانا کی ابتدائی زندگی کے حالات جانتے ہوں مندرجہ ذیل پتہ ارسال فرمائیں

پتہ: چودھری محمد یوسف ایم اے آبادی حاکم رائے گلی بورڈنگ کرجرانوالہ۔

محمد یوسف خادم دارالافتاء دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

زنا کاری اور اسلام

قیام پاکستان کے وقت یہاں کی مسلم اکثریت سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ سرزمین پاکستان میں مسلمان قوم اپنے مذہب کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرے گی۔ نیز یہاں اسلامی شریعت کے قوانین کو دوسرے غیر اسلامی قوانین پہ بالا دستی حاصل رہے گی۔ اسلام ہی اس کا سرکاری مذہب ہوگا مگر افسوس! جب سے پاکستان قائم کیا گیا ہے۔ اس وقت سے لے کر آج تک نہ اسلامی نظام شریعت قائم ہوا۔ اور نہ اسلامی شریعت کے قوانین کو انگریزی دورِ حکومت کے غیر اسلامی قوانین پر بالا دستی حاصل ہوئی۔ بلکہ اس کے برعکس بعض خود غرض قسم کے لیڈروں اور الحاد پرست رہنماؤں نے ابتدا سے یہ کوششیں برابر جاری رکھیں کہ یہاں خفیہ اور علانیہ دونوں طریقوں سے ایسی تنظیمیں قائم کی جائیں۔ جو اسلام کے مسلمات کے خلاف مغرب کی بے خدا تہذیب کی روشنی میں ایسی ملک گیر تحریکیں چلائیں۔ جن کی وجہ سے نتیجہ کے طور پر یہاں کے مسلمانوں کے دلوں سے اسلام کی عظمت اور مسلمات اسلام کا احترام خود بخود نکل جائے۔ اور بالآخر وہ خود اسلام اور اس کے مسلمات کے خلاف صف آرا ہو کر اسلام ہی پر حملہ آور ہوتے رہیں اور علانیہ طور پر اس کے خلاف علم بغاوت بلند کریں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے "تنظیم اپوا" کی بنیاد ڈالی گئی۔ جس کی ارکان عورتوں نے اسلام کے مسلم "قانون ستر" کے خلاف نہ صرف یہ کہ آواز بلند کر دی۔ بلکہ پردہ نشین خواتین اور بیگمات کو گھروں سے نکال کر بے پردگی پر آمادہ کرنے کے لیے ہمہ گیر تحریک شروع کی۔ اور ہر قسم کی بے حیائی کے لیے میدان ہموار کرنے میں مصروف رہیں۔ چنانچہ "اپوا" ہی کے بعض حلقوں سے برابر یہ آوازیں اٹھتی رہیں کہ اسلام میں پردے کا کوئی قانون نہیں۔ اور پردے کا قانون (معاذ اللہ) ایک وحشیانہ قانون ہے جو آج کے مہذب دور میں قابل عمل نہیں رہا ہے۔ "اپوا" کی ارکان یہ بھی اسلام کے سر تھوپتی رہیں کہ مرد و زن کے مابین حقوق اور حدود عمل میں کوئی فرق و امتیاز نہیں۔ بلکہ زندگی کے ہر میدان میں مردوں کے دوش بدوش عورتیں بھی ترقی کرنے کی حقدار ہیں۔ حتیٰ کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ اب بھرے مجمعوں میں اسٹیج پر ان کی طرف سے قرآن کے صریح احکام کے خلاف اعلانات ہو رہے ہیں۔ اور مطالبے کئے جا رہے ہیں کہ فلاں قانون ہمیں منظور نہیں اور ہم اس کی شدید مذمت کرتی ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ اپنے ہر مطالبہ پر اسلام کا لیبل بھی لگا دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ یہ عین اسلامی شریعت کا منشا اور کتاب و سنت کے مطابق ہے۔ حال ہی میں پاکستان کی قومی اسمبلی میں ایک معزز رکن مولانا عباس علی خان نے عائلی قوانین کے آرڈی ننس کی تنسیخ کے لیے ایک بل پیش کیا تھا جس میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ یہ آرڈی ننس چونکہ اسلامی شریعت کے خلاف ہے، لہٰذا اسے منسوخ کرنا چاہیئے۔" تو سب سے پہلے اسمبلی میں اس بل کی مخالفت میں عورتوں کی طرف سے آوازیں اٹھیں۔ اور اسمبلی کے باہر بھی عورتوں ہی نے وہ مظاہرے شروع کئے۔ جو حد سے زیادہ شرمناک اور اسلام سے کھلی بغاوت پر مشتمل تھے۔ اور بار بار یہ اعلانات کرتی رہیں۔ کہ یہ عائلی آرڈی ننس اسلامی شریعت اور کتاب و سنت کے عین مطابق ہے اس کے ذریعہ سے عورتوں کو جو حقوق ملے ہیں۔ اگر وہ حقوق ہمیں نہ دیئے گئے تو ہم عورتیں مرد و زن کے تناسب سے حکومت میں مستقل نمائندگی دینے کے مطالبہ پر مجبور ہو جائیں گی۔ اور جا بجا یہ شگوفے بھی چھوڑتی رہیں۔ کہ آرڈی ننس کی مخالفت کرنے والے لوگوں کے گھروں میں ان کے اور ان کی بیویوں اور بیٹیوں کے درمیان غیر مختتم جھگڑے اور نزاعات شروع ہو جائیں گے۔ جن کی وجہ سے ان کی معاشرتی زندگی میں کوئی لطف اور مزہ نہیں رہے گا۔ لہٰذا انھیں آرڈی ننس کی مخالفت سے باز رہنا چاہیئے۔

اسی طرح مغربی پاکستان کی صوبائی اسمبلی میں جب بعض علماء اور اسلام پسند اراکین نے زنا کے خلاف مسودۂ قانون پیش کرنے کی تحریک کر دی۔ اور ملک سے ہر قسم کی بے حیائی کو ختم کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ سب سے پہلے اسمبلی کی ممبر عورتوں نے اس قانون کی مخالفت شروع کی۔ اور اسمبلی سے باہر "اپوا" ہی کی ارکان عورتوں نے اس کے خلاف آواز اٹھائی۔ چنانچہ کراچی میں اس قسم کی مغرب زدہ بلکہ مغرب پرست خواتین کے ایک اجتماع میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ "مغربی پاکستان اسمبلی میں زنا کے خلاف جو مسودۂ قانون پیش کیا گیا ہے۔ ہم اس کی شدید مذمت کرتی ہیں۔ اور مطالبہ کرتی ہیں کہ اختیاری زنا۔ یعنی زنا بالرضا کو قانونی جرم ہی نہ قرار دیا جائے ـــ" کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی حیا سوز حرکت اور شرمناک مظاہرے ہو سکتے ہیں۔ اور کیا ایک مسلمان شخص ان عورتوں کے متعلق یہ تصور بھی کر سکتا ہے کہ یہ شرفاء کی بہو بیٹیاں ہیں۔ یا مسلمان گھرانوں سے تعلق رکھنے والی عورتیں ہیں؟ حاشا و کلا! ہم تو ان بے حیا قسم کی بیگمات اور خواتین کے بارے میں اس شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ یہ مغرب پرست عورتیں۔ یا تو بالکل یورپین اور عیسائی عورتیں ہیں جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام ہی پر حملہ آور ہو رہی ہیں۔ یا پھر مغربیت اور عیسائیت سے ان کے دل و دماغ بری طرح متاثر بلکہ ماؤف ہو چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے وہ کفر اور اسلام کے مابین تمیز ہی نہیں کر سکتی ہیں۔ ورنہ یہ کیسے ممکن ہو سکتا تھا کہ اسلام کے رنگ میں یہ بیگمات اور خواتین قرآن کے صریح احکام کے خلاف بغاوت کا اعلان کرتیں!۔ یہ ہے اس ملک کی دینی اور مذہبی حالت! جو اسلام کے مقدس نام سے حاصل کیا گیا تھا۔ اور جس میں اسلامی نظام حیات کے لیے قوم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ آیئے! ہم دیکھیں کہ اسلامی ملک کی مسلمان خواتین کیسی ہوتی ہیں۔ اور اسلام کے قوانین کے لیے ان کے دلوں میں عزت و عظمت، اور احترام کا کیا مقام ہونا چاہیئے۔ اس کے لیے ذیل میں صدر اول کی بعض خواتین کے حالات مختصراً ذکر کئے جاتے ہیں۔ جس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ آج کی مغرب زدہ خواتین کا یہ طرز عمل کس قدر گمراہ کن ہے اور اسلام کے ساتھ اگر کھلی ہوئی عداوت اور دشمنی نہیں تو اور کیا ہے۔

تاریخ اسلام کے مطالعہ سے یہ حقیقت اچھی طرح عیاں اور نمایاں ہو جاتی ہے کہ ایک زمانہ وہ تھا جس میں بتقاضائے بشریت اگر کسی پاک دامن خاتون سے اس قسم کی غلط حرکت سرزد ہو جاتی تھی۔ تو بڑی بے چینی اور اضطراب کی حالت میں وہ اپنے آپ کو اس گندہ حرکت کے اثرات سے پاک کرنے اور عفت و عصمت کے حسین چہرے پر سے یہ بدنما داغ دھونے کے لیے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر از خود یہ تقاضا اور مطالبہ کرتی تھی کہ مجھ سے یہ غلط حرکت سرزد ہوئی ہے۔ اور مجھ پہ شرعی سزا جاری کی جائے تاکہ کل خدائے ذوالجلال کے سامنے ایسی حالت میں پیش نہ ہوں۔ کہ میرے چہرے پہ نافرمانی اور عصیاں کا یہ بدنما داغ دور دور سے دکھائی دے اور پورے اہل محشر میں میری آنکھیں شرم اور ندامت سے نہ اٹھ سکیں۔ اس بارے میں وہ پاک دامن مسلمان خاتون نہ کسی حیلے اور بہانے بنانے کے لیے تیار ہوتی تھی اور نہ سزا سے جان چھڑانے کے لیے کسی کوشش کے درپے ہوتی تھی بلکہ مسلسل یہ مطالبہ کرتی رہتی تھی کہ مجھ پر خدائی قانون نافذ کر کے مجھے گناہ کے اثرات سے پاک کیا جائے۔ چنانچہ بعض کو سنگساری جیسی سنگین سزائیں بھگتنی پڑیں۔ اور انہوں نے جان کی قربانی پیش کرنے سے بھی دریغ نہ کیا۔ حضرت ماعزؓ اور غامدیہ کے

لرزہ خیز واقعات کتب حدیث میں موجود ہیں جس سے ایک لمحہ کے لیے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اور ایک زمانہ آج کا بھی ہے جس میں عورتیں اس قدر دلیر اور جوہر حیا سے محروم ہو چکی ہیں۔ کہ ایک طرف اسلام سے وابستگی کا دعوےٰ کر رہی ہیں اور دوسری طرف کھلے بندوں بے حیائی کو فروغ دینے کے لیے خدائی احکام اور اسلامی قوانین کا مذاق اڑا رہی ہیں۔ اور بھرے مجمعوں میں اسٹیجوں پر یہ اعلانات کر رہی ہیں کہ اختیاری زنا کو قانوناً جرم ہی نہ قرار دیا جائے ؎

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

زیر تحریر مقالہ اس اعلان کے باعث لکھا گیا ہے، تاکہ کم سے کم یہ حقیقت تو عورتوں پر واضح ہو جائے کہ اسلام کی نظر میں زنا اور بدکاری کس درجے کا جرم ہے، اور اس سے معاشرے کو اسلام کس حد تک پاک رکھنا چاہتا ہے۔ اور آج جو پوری دنیائے اسلام میں یہ بے حیائی ایک وبائے عام کی طرح پھیل چکی ہے اس کی اصل وجہ کیا ہے؟

زنا کاری اور قرآن کریم

اس معاملہ میں جب ہم سب سے پہلے قرآن کریم کی طرف رجوع کر کے یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ زنا اور بد کاری کے متعلق قرآن کریم نے کیا ہدایات دی ہیں۔ اور اس کے لیے اس نے کیا قانون پیش کیا ہے اور عہد نبوی میں اس قانون پر کس طرح عمل درآمد رہا ہے۔ اور آج تک اس قانون کے متعلق امت کے مشاہیر اور نامور علمائے سلفؒ اور ممتاز ائمہ مجتہدین بلکہ پورے اہل اسلام کا کیا نظریہ رہا ہے۔ تو بلا کسی شک و شبہ کے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ جب سے قرآن میں زنا اور بدکاری کے متعلق تعزیری اور قانونی سزائیں نازل ہوئی ہیں۔ اسی وقت سے لے کر خلافت راشدہ کے آخری دور تک برابر جرائم پیشہ لوگوں پر یہ سزائیں جاری کی گئی ہیں اور کبھی ان کے اجراء میں کسی قسم کی نرمی یا غفلت سے کام نہیں لیا گیا ہے۔ نہ آج تک امت کے کسی گروہ نے اس جرم کی شرعی سزاؤں کے بارے میں علمائے سلفؒ سے کوئی اختلاف ظاہر کیا ہے۔ بلکہ پوری امت اس بارے میں یکسو ہو کر ایک مرکزی نقطہ پر ہمیشہ متفق رہی ہے کہ زنا خواہ بالجبر ہو یا بالرضا۔ دونوں قانون کی نظر میں یکساں جرم ہیں اور کبھی ان کے مابین یہ فرق تسلیم نہیں کیا گیا ہے کہ جرم صرف زنا بالجبر ہے اور زنا بالرضا قانون کی نظر میں نہ کوئی جرم ہے۔ اور نہ اس کے لیے قانونی طور پر کوئی سزا مقرر کی جا سکتی ہے۔ یہ فرق صرف مغربی شریعت کی پیداوار ہے، اسلام اس فرق کا ہرگز قائل نہیں ہے۔

اس بارے میں قرآن کریم ایک طرف اپنی اخلاقی تعلیم کے ذریعہ سے زنا کے متعلق مسلمانوں کو یہ تصور دلاتا ہے کہ یہ ایک قبیح فعل اور ناشائستہ حرکت ہے۔ جو کسی طرح بھی اسلامی معاشرے میں قابل برداشت نہیں نہ کسی کو اس بات کی اجازت مل سکتی ہے کہ وہ اس قسم کے قبیح افعال اور ناشائستہ حرکات کو فروغ دینے کی کوشش کرے۔ جو بھی اس طرح کی ناکام کوشش کرے گا۔ خدا کے ہاں عذاب الیم کا مستحق رہے گا۔ اور دوسری طرف یہ ترغیب دے رہا ہے کہ دارین کی کامیابی اور فلاح اسی میں مضمر ہے کہ اس قبیح فعل اور ناشائستہ حرکت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے۔ ارشاد ہے:۔ وَلَا تقربوا الزّنا انّہ کان فاحشۃ وساء سبیلا "زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یہ ایک قبیح فعل اور برا راستہ ہے۔" جو لوگ اس قسم کے قبیح افعال کو فروغ دینا چاہتے ہیں اور خواہش مند ہوتے ہیں کہ اس پر کوئی قانونی پابندی عائد نہ ہو۔ ان کے متعلق ارشاد ہے:۔ انّ الذین یحبون ان تشیع الفاحشۃ فی الذین امنوا اولٰئک لھُمْ عذاب الیم "جو لوگ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں قبیح خصلتیں فروغ پائیں۔ ان کے لیے خدا کے ہاں عذاب الیم تیار کیا گیا ہے۔"

پھر جن صفات اور خصلتوں پر دنیوی اور آخروی دونوں قسم کی کامیابیوں کا دارومدار ہے۔ ان میں سے ایک خصلت اور صفت یہ بھی ہے:۔ وَالذین ھم لفروجھم حافظون الاعلی ازواجھم اوما ملکت ایمانھم فانھم غیر ملومین۔ الایۃ (المؤمن) "کامیاب وہ مومنین ہیں۔ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ بجز اپنی بیویوں اور مملوک لونڈیوں کے ایسے لوگ ملام نہیں ہیں۔"

زنا اور بدکاری کے مکمل انسداد کے لیے یہاں تک انتظام کیا گیا ہے کہ جو چیزیں بدکاری کے لیے مبادی کی حیثیت رکھتی ہیں۔ قرآن کریم نے ان کی بھی ممانعت کر رکھی ہے۔ چنانچہ عورتوں پر سب سے پہلے یہ پابندی عائد کر دی گئی ہے کہ وہ اجنبی مردوں کے سامنے بے پردہ ہو کر نہ آئیں۔ اور اپنی زینت کو بجز اپنے محارم کے غیر محرم مردوں کو نہ دکھاتی پھریں۔ نہ آپس میں ایک دوسرے کو آزادانہ طریقہ سے حجاب شرعی کے بغیر دیکھتے رہیں۔ بلکہ دونوں فریق "غض بصر" پر عمل کرتے رہیں۔ کیونکہ اسی سے وہ اپنے آپ کو تلوث بالزنا سے بچا سکتے ہیں۔ ارشاد ہے:۔

وَقرن فی بیوتکن وَلاتبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ وَاقمن الصّلوۃ واتین الزکوۃ وَاطعن اللّٰہ وَرسولہ۔ الایۃ

"عزت اور وقار کے ساتھ اپنے گھروں میں رہیں اور زمانہ جاہلیت کی طرح بناؤ سنگار دوسروں کو نہ دکھلاتی پھریں۔ نمازیں پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں اور اللہ و رسول کا حکم بجا لائیں۔"

لیکن کبھی کبھی گھروں سے باہر جانے کی بھی ضرورت پیش آ جاتی ہے۔ اس وقت عورتوں سے قرآن کریم کا مطالبہ یہ ہے کہ بے پردہ ہو کر نہ نکلیں بلکہ اوپر سے اپنے اوپر بڑی بڑی چادریں ڈال کر نکلیں۔ تاکہ ایک طرف آپ کی زیب و زینت اور حسن و جمال دوسروں کے لیے باعث فتنہ نہ بنے۔ اور دوسری طرف یہ معلوم ہو سکے کہ یہ شریف عورتیں ہیں۔ تو آپ سے کوئی شر پسند انسان چھیڑ چھاڑ نہ کر سکے گا۔ ارشاد ہے:۔ یاایھا النّبی قل لازواجك وبناتك ونسآء المؤمنین یدنین علیھن من جلابیبھن ذلك ادنی ان یعرفن فلا یؤذین۔ (الایۃ)

"اے پیغمبرؐ اپنی بیویوں۔ بیٹیوں اور تمام مسلمان عورتوں سے یہ کہہ دیجیے کہ (گھروں سے باہر نکلتے وقت) اپنے پورے بدن پر اوپر سے چادریں ڈال کر نکلیں یہی وہ طریقہ ہے جس سے یہ پہچان کر اذیت نہیں پہنچائی جائیں گی۔"

ایک دوسرے مقام پر پوری مسلمان سوسائٹی کو یہ حکم دیا گیا ہے:۔ وَقل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم وَیحفظوا فروجھم وَقل للمومنات یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولایبدین زینتھن (الایۃ) "مومن مردوں سے آپ کہہ دیجیے کہ اپنی نگاہیں نیچے رکھ کر شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ عورتوں سے بھی یہ کہہ دیں کہ وہ بھی نگاہیں نیچے رکھ کر اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ اور اپنی زیب و زینت کو بجز اپنے محارم کے اجنبی مردوں کے سامنے ظاہر نہ کریں۔"

یہ تمام انتظامات، زنا، بدکاری کے انسداد کے لیے ابتدائی تدابیر ہیں۔ جن کا اگر مسلم معاشرہ پابند رہے۔ تو شاید کبھی اس بدکاری کی نوبت ہی پیش نہ آئے۔ اور مسلم سوسائٹی اس کے برے نتائج سے ہمیشہ کے لیے محفوظ رہے۔

لیکن اس کے باوجود بھی اگر کسی سے زنا سرزد ہو جائے۔ تو اسلام نے اس کے لیے بڑی سخت قانونی سزائیں تجویز کی ہیں۔ جو سختی اور پابندی کے ساتھ زنا کرنے والے مرد و عورت دونوں پر جاری کی جائیں گی۔ اور کوئی بھی ان دونوں میں سے رعایت کا مستحق نہیں سمجھا جائے گا۔ پھر یہ سزائیں ان پر مسلمانوں کے روبرو جاری کی جائیں گی۔ تاکہ اور لوگوں کے لیے تازیانۂ عبرت بن کر رہیں۔ یہ قانونی سزا قرآن کریم میں اس طرح بیان کی گئی ہے:۔ الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ولاتأخذکم بھما رأفۃ فی دین اللّٰہ ان کنتم تؤمنون باللّٰہ ولیشھد عذابھما طائفۃ من المؤمنین (الایۃ) "زنا کرنے والی عورت۔ اور مرد دونوں پر سو سو کوڑے بطور حد لگا دیے جائیں۔ اور خدا کے دین کے بارے میں دونوں کی حالت پر رحم نہ کرو۔ اگر تم خدا پر ایمان رکھتے ہو۔ نیز ان کی سزا کو مسلمانوں کا

ایک گروہ حاضر ہونا چاہیے "
("تاکہ عبرت حاصل ہو)

پھر امت کے متواتر تعامل سے یقینی طور پر یہ بھی ثابت ہو گئی ہے کہ یہ زنا اور بدکاری شادی شدہ مرد و عورت سے سرزد ہو جائے تو دونوں کے لیے اس جرم کی سزا رجم (سنگساری) ہے جو کسی رو رعایت کے دونوں پر جاری کی جائے گی۔ یہ سنگین اور عبرت ناک سزائیں اس لیے تجویز کی گئی ہیں۔ کہ اسلام کی نظر میں زنا اور بدکاری بدترین اخلاقی جرم ہے۔ جو اللہ و رسول کے نزدیک اسلامی معاشرہ میں ہرگز قابل برداشت نہیں۔ اور اس سے اسلامی معاشرے کو پاک رکھنا دین کے اہم ترین مقاصد میں سے ہے۔ اس سے ایک لمحہ کے لیے بھی غفلت باعث تباہی اور موجب ہلاکت بن سکتی ہے۔

حد یہ ہے کہ زنا اور بدکاری کی نسبت بھی پاک دامن مرد اور عفیف عورت کی طرف اسلام کی نظر میں موجب سزا جرم ہے اور جس بھی کسی پاک دامن مرد۔ یا عورت کی طرف اس قبیح فعل کی نسبت کر دی۔ تو اس کو صرف اس وجہ سے اسّی کوڑوں کی سزا دی جائے گی کہ اس ایک پاک دامن مرد اور عفیف عورت کی عزت اور عفت کو اس قبیح فعل کی نسبت سے داغدار کر دیا ہے۔ ایسے لوگ خدا کی طرف سے لعنت اور پھٹکار کے بھی مستحق ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے :۔ والذین یرمون المحصنات المومنات الغافلات لعنوا فی الدنیا والاخرة ولهم عذاب عظیم

"جو لوگ گناہ سے بے خبر پاک دامن، مومن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں وہ دنیا و آخرت دونوں میں ملعون رہیں گے۔ اور ان کے لیے بڑا عذاب تیار کیا گیا ہے"

ایسے لوگوں کی سزا کے بارے میں فرمایا گیا ہے:
والذین یرمون المحصنات ثم لم یاتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانین جلدة ... واولئک هم الفاسقون - (النور)

"جو لوگ پاک دامن عورتوں کو زنا کی نسبت سے متہم کریں۔ پھر ثبوت زنا کے لیے چار گواہ پیش نہ کریں۔ تو ان پر اسّی کوڑے بطور حد قذف لگائے جائیں اور یہی لوگ فاسق ہیں۔ باقی آئندہ

ڈیرہ غازی خاں میں	راولپنڈی میں
خدام الدین کا تازہ پرچہ ہمارے ایجنٹ جناب ملک محمد احمد الہ آبادی ملک آڑھت گھر سے خریدیں	خدام الدین کا تازہ پرچہ ہمارے ایجنٹ جناب محمد نسیم متعلم مدرسہ فرقانیہ سے خریدیں۔ گھر اور دکان پر پہنچانے کا خاص انتظام ہے

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

محمد لطیف ملک ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ لاہور ریلوے سٹیشن

زہے قسمت کہ تکمیل بشر کی آ گئی ساعت
بڑی مدت کے بے نوروں کے گھر میں روشنی آئی
فلک کے رازِ سربستہ کے وا ہونے کا وقت آیا
بلند و پست کی تفریق کوئی دم کی مہماں ہے
غلاموں کو سکھائے جائیں گے انداز سلطانی
بتوں کی برتری کے چاک ہو جائیں گے اب پردے
وہ آیا جس نے اللہ تک ہمیں پرواز سکھلائی

جہاں میں غلغلہ ہے آج میلاد پیمبر کا
چمک اٹھا ستارہ نسلِ آدم کے مقدر کا
کہ ہم راز آ گیا ہم میں خدائے پاک و برتر کا
کہ مولا آ گیا بے زور و بے سامان و بے زر کا
بھرا جائے گا دامن رحمتوں سے خشک اور تر کا
دلوں کو عشق گرمائے گا پھر اللہ اکبر کا
وہ آیا جس نے قطرے کو کیا ہمسر سمندر کا

قندیل بجھ گئی ......

طارق محمود
جھنگ

(شیخ المشائخ حضرت عبدالقادر رائے پوریؒ کے وصال پر)

صد حیف! آج دین کی قندیل بجھ گئی ؎ اے آنکھ رو! کہ ختم ہوئی شانِ بندگی
اک اور وار مرگ جفا کار کر گئی رنج و الم سے چشم وفا ادھر گئی
قائم تھی جس سے دہر میں رسم و رہ وفا افسوس بزم زہد سے وہ شیخ اٹھ گیا
حق سے جو جوڑتی تھی ہمیں ڈور کٹ گئی لو گو! بساطِ رحمت و برکت الٹ گئی

اے جانشینِ قاسم[1] و امداد[2] ——— الوداع
اب تو کرے گا خلد کو آباد ——— الوداع

[1] مولانا قاسم نانوتویؒ [2] حاجی امداد اللہ مکیؒ

توشۂ عاقبت

سید فضل الرحمٰن جاوید

ماخذ "راہِ طریقت کے پانچ مقام" مصنفہ: سید عزیز الرحمٰن صاحب

چند فضل نفل نمازوں کا بیان بمعہ ثواب و فضائل

(۱) اشراق

فرمایا رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص صبح کی نماز ادا کرے اور آفتاب کے طلوع ہونے تک وہیں بیٹھا خدا کی یاد میں مشغول رہے اور طلوع آفتاب کے بعد خداوندِ قدوس کی حمد و ثنا کر کے دو رکعت نماز ادا کرے تو خداوندِ تعالےٰ ہر رکعت کے عوض میں اس کے واسطے بہشت میں ہزار دو ہزار محل تیار فرمائے گا۔ ہر محل میں ہزار در ہزار حوریں ہوں گی اور ہر حور کے ساتھ ہزار ہزار خدمت گار ہوں گے۔ اور اللہ جل شانہٗ کے نزدیک وہ مقربین میں شمار ہوگا۔

فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جو شخص فجر کی نماز ادا کرے اور دوسری نماز کے آنے تک خدا کی یاد میں بیٹھا رہے تو اسے حج اور عمرہ کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ خداوند تعالےٰ فرماتا ہے "اے میرے بندے تو میرے واسطے دن کے شروع میں چار رکعت نماز پڑھ، میں بروزِ محشر تیری پشت پناہی کروں گا اور تیرا مددگار رہوں گا۔ (حدیثِ قدسی)

صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد آفتاب کے نکلنے تک خدا کو یاد کرنا ایسا ہے گویا خدا کی راہ میں جہاد کیا۔

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر کوئی شخص فجر کی نماز ادا کرے اور طلوع آفتاب تک ایک گوشہ میں بیٹھ کر خدا کو یاد کرتا رہے اس کے بعد پے در پے چار رکعت نماز اس طرح ادا کرے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد تین بار آیتہ الکرسی اور سات بار سورۃ اخلاص۔ دوسری رکعت میں والشمس وضحٰہا۔ تیسری رکعت میں والسماء والطارق اور چوتھی رکعت میں ایک بار آیتہ الکرسی اور تین بار سورۃِ اخلاص تو اس شخص کے لیے خداوند قدوس ہر آسمان سے ستر فرشتے بھیجتا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں بہشت کے طبق اور بہشت کے رومال ہوتے ہیں۔ فرشتے اس نماز کو ان طبقوں میں اٹھا لیتے ہیں اور عالمِ بالا لے جاتے ہیں اور جہاں جہاں سے ان کا گزر ہوتا ہے وہاں کے رہنے والے فرشتے اس نمازی کے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔

اور جب اِس نماز کو اللہ جل شانہٗ کے حضور میں پیش کرتے ہیں تو اللہ جل شانہٗ فرماتے ہیں کہ اے میرے بندے تو نے میرے واسطے نماز پڑھی اور تو نے میری عبادت کی ہے (تو) میں نے تجھے بخش دیا۔ اب تو نئے سرے سے عمل شروع کر۔

۲- چاشت

فرمایا رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ قیامت کے روز ایک پکارنے والا کہے گا کہ جو لوگ چاشت کی نماز (دن کے ۱۱ سے ۱۲ بجے تک) ادا کیا کرتے تھے وہ کون ہیں اور کہاں ہیں؟ ان پر خدا کی رحمت ہو۔ ان کو بہشت میں داخل کر دو۔"

فرمایا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص چاشت کی بارہ رکعتیں ادا کرے اور ہر رکعت میں ایک بار آیتہ الکرسی اور تین بار سورہ اخلاص پڑھے تو پروردِگار اس شخص کے لیے ہر آسمان سے اس وقت ستر ستر فرشتے نازل فرماتے ہیں ان کے ہاتھوں میں سفید کاغذ اور نور کی قلمیں ہوتی ہیں وہ اس شخص کی نیکیاں لکھنی شروع کرتے ہیں اور صور پھونکنے تک لکھتے رہتے ہیں قیامت کے روز فرشتے اس کی قبر میں اتریں گے اور کہیں گے "اے قبر کے صاحب! خداوند تعالیٰ تم کو حکم دیتا ہے کہ اب اٹھ جاؤ۔ تو اُن لوگوں میں شمار ہوگا جن کو خداوند پاک و برتر نے عذاب سے امن میں کر دیا ہے۔"

بعد از زوال

زوال کا وقت ساڑھے بارہ بجے سے ظہر تک ہوتا ہے

فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب آفتاب کے زوال کا وقت ہوتا ہے تو اس وقت آسمان کے دروازوں کو کھول دیا جاتا ہے اور ظہر کی نماز کے ادا ہونے تک ان کو کھلا رکھا جاتا ہے۔

پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھتے ہیں کہ جب آفتاب کے زوال کا وقت ہو جائے تو نماز کی چار رکعتیں اچھی قرآت اور ایک سلام سے پڑھنی چاہئیں کیونکہ کہا گیا ہے کہ جو آدمی اس کا عامل ہوتا ہے اس پر آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

مابین ظہر و عصر

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص ظہر و عصر کے درمیانی وقت کی حفاظت کرے گا تو اس شخص کا دل خداوند تعالےٰ اس وقت زندہ رکھے گا جس وقت لوگوں کے دل مردہ ہوں گے۔

مابین مغرب و عشاء

فرمایا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مغرب و عشاء کے درمیان چار رکعتیں پڑھے گا تو وہ ایسا ہے گویا مسجد اقصےٰ میں شب قدر کو پا لیا۔ یہ نماز نصف شب کی نماز سے بہتر ہے۔ وہ (نمازی) ایسا ہے گویا دو حج کر لیتا ہے۔ اس کے پچاس برس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مغرب و عشاء کے درمیان چھ رکعتیں پڑھے تو اسے بارہ سال کی عبادت کا ثواب حاصل ہوتا ہے۔ اس کے واسطے اللہ تعالےٰ جنت میں دو محل ایسے تیار کروائے گا۔ جن میں مروارید اور یاقوت جڑے ہوئے ہوں گے اور ان میں ایسے باغ ہوں گے جن کو اللہ عالم الغیب کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اس نماز کو ادا کرنے والے کے چالیس برس کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

فرمایا رحمتِ دو عالم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب و عشاء کے درمیان خدا کے ذکر میں مشغول رہنا خدا کی راہ میں جہاد کے لیے نکلنے کے برابر ہے۔ اور اس وقت میں سورۂ سجدہ اور سورۂ ملک کی تلاوت ایسی ہے گویا شب قدر میں قیام کیا۔

فرمایا رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مغرب و عشاء کے درمیان اپنے نفس کو جماعت والی مسجد میں رکھے اور نماز اور تلاوت کے سوا اور گفتگو نہ کرے تو یہ شخص اللہ تعالےٰ پر یہ حق رکھتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ اس کے واسطے جنت میں دو محل بنا دے کہ ہر محل کا فاصلہ ان میں سے سو برس کا اور یہ کہ اللہ تعالےٰ اس کے واسطے ان دونوں محلوں کے درمیان اتنے درخت لگا دے کہ اگر زمین کے باشندے ان میں گھومیں تو سب کے لیے گنجائش ہو جائے۔

عشاء کے بعد سونے سے پہلے

فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص عشاء کے بعد دو رکعتیں یوں ادا کرے کہ ہر رکعت

میں بیس مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے تو اس شخص کے لیے خداوند قدوس بہشت میں دو ایسے محل بنا دے گا۔ جنہیں جنت کے لوگ شوق سے دیکھیں گے۔

فرمایا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو شخص عشاء کے بعد چار رکعتیں ادا کرے گا تو وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے مسجد حرام میں شب قدر کو پایا۔ اور دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ وہ شخص ایسا ہے جیسے مقتدر معلوم ہو جاتے اور اس میں وہ چار رکعت نماز ادا کرے۔ (شب قدر کی فضیلت قرآنِ پاک سے ثابت ہے جو ایک ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ مسجد اقصےٰ اور مسجد حرام کی فضیلت بھی احادیث مبارک میں آئی ہے۔ جہاں ایک نماز کا ثواب ۲۵ ہزار گنا اور ایک لاکھ گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔) خداوند تعالےٰ مجھے اور آپ سب کو ان نمازوں کے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان گنت اجر و ثواب کا مستحق بنائے۔ آمین ثم آمین

چودھری محمد یوسف صاحب ایم اے

ایک مفسر قرآن - ایک ولی زمان (۱)

مجھے فخر ہے کہ میں ایک ایسے شہر کی عطر بیز فضاؤں میں پل کر جوان ہوا جس شہر کے علم و عرفان میں ڈوبے ہوئے ماحول نے دو ایسی عظیم الرفعت اور عظیم المرتبت شخصیتوں کو جنم دیا جن کا نام تا ابد زندہ رہے گا۔ پائندہ رہے گا۔ تابندہ رہے گا اور فنا کی اندھیاریاں کبھی اور ہرگز کبھی ان کے حالات و واقعات پر اثر انداز نہ ہو سکیں گی ان میں سے ایک تو آسمانِ صحافت پر بدر منیر بن کر چمکا اور دوسرا علم و عرفان اور رشد و ہدایت کے بحر بیکراں میں غوطہ زن ہو کر اپنے اطراف و اکناف میں سلوک و معرفت کے ایسے حسین و جمیل موتی اچھالتا رہا۔ جن کی آب و تاب اور چمک دمک کے روبرو آفتاب و ماہتاب کا جلال و جمال بے آبرو ہو کر رہ جاتا ہے۔ بھلا کون ہے جو حضرت مولانا ظفر علی خاں کے علمی ادبی اور صحافتی کمالِ لازوال کے حضور میں سجدہ ریز نہ ہو۔ اور کون ہے جو حضرت مولانا احمد علیؒ کی مذہبی اصلاحی، تعمیری اور روحانی عظمتوں کا تہ دل سے معترف نہ ہو۔ اگر ایک ادیب بے بدل تھا تو دوسرا خطیب بے مثل۔ ایک لاثانی تھا تو دوسرا غیر فانی۔ ایک مقررِ شعلہ بیان تھا تو دوسرا مفسرِ قرآن تھا۔ ولی زمان تھا۔ صاحب علم و عرفان تھا۔ چنانچہ آج برّصغیر ہند و پاک کا ذرہ ذرہ ان دونوں بزرگوں کی عنایات کا رسمی طور پر نہیں بلکہ تہ دل سے احسانمند ہے کہ انہوں نے اپنی انتھک اور پُرخلوص کوششوں سے سینۂ گیتی میں ذہنی اور روحانی انقلاب کی ایک بے قرار تڑپ پیدا کر دی۔ ایک، شاعر ایک ادیب، ایک صحافی اور ایک مقررِ شعلہ بیان کی حیثیت سے مولانا ظفر علی خاں کا نام تاریخ کے سینے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ رہے گا۔ لیکن یہاں ہمیں اس حقیقت کو نظر انداز کرنے کی غلطی نہ کرنی چاہیے کہ تاریخ کے ہر دور میں مایۂ ناز شعراء ادبا جنم لیتے رہے جو اپنی اپنی استعداد و قابلیت کے مطابق شہرت عام اور بقائے دوام کے دربار سجاتے رہے۔ لیکن آپ یقین جانیں کہ ایسے زاہدوں، عابدوں نیکوکاروں، شب زندہ داروں اور پرہیزگاروں کا ہمیشہ سے کال رہا ہے۔ جن کی بارگاہ میں شوکت سنجر و سلیم اور شانِ سکندری لرز جاتی تھی۔ کانپ جاتی تھی۔ ایسے لوگوں کا وجود صدیوں تک نصیب نہیں ہوتا۔ جن کی نگاہِ کرم نے ذرۂ ریگ کو طلوع آفتاب کا جوہر حقیقی عطا کیا ہو۔ یا جن کی انگلی کے اشارے نے مسلے ہوئے پھول کو گلِ نو بہار کا جوبن اور نکھار بخشا ہو۔ اس اعتبار سے مولانا احمد علیؒ دوسروں سے ممتاز اور منفرد ہو کر رہ جاتے ہیں۔

ہمارے ہاں شاعروں ادیبوں، فلسفیوں، منطقیوں اور سائنسدانوں کی کوئی کمی نہیں۔ آپ کو ایسے لوگ بھی دستیاب ہو جائیں گے جن کی ذہنی اور علمی کاوشوں کے حسین امتزاج نے کسی محل کے ایک گوشۂ تاریک کو بجلی کے چراغوں سے روشن کر دیا ہو۔ لیکن اگر ان حضرات سے یہ کہا جائے کہ حضور ذرا دل کے ویران گوشے کو منور کرنے کا کوئی اہتمام ہو جائے تو سخت مایوسی اور بد دلی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ دنیا کا کوئی شاعر ادیب، فلسفی، منطقی اور سائنسدان اس فریضے کو سرانجام نہیں دے سکتا۔ بلکہ بجز حیرت کے اظہار کے ان سے کچھ بھی بن نہ پڑے گا۔ ہاں البتہ ایک مرد مومن کی نگاہِ کامل سے دل کی تاریکیوں اور اندھیاروں میں نور ہدایت کا چشمہ ابل سکتا ہے۔

آج مادیت کے اس بھیانک دور میں روحانیت کا نام لینا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ روحانیت کی بجائے مادیت زوروں پر ہے، کفر و الحاد فسق و فجور ظلم و بربریت نقطۂ عروج پر ہیں۔ شریف کی شرافت، کمین کی دنائت قطبوں کی فطانت دم توڑ رہی ہے حیائے مریم کا چہرہ فق ہو رہا ہے، عصمتوں کے ڈاکو اور شرافتوں کے لٹیرے جابجا دکھائی دیتے ہیں۔ جہاں کا ذرہ ذرہ معصیت کی آلودگیوں میں ڈوبا ہوا ہے، المختصر

دگرگوں ہے جہاں تاروں کی گردش تیز ہے ساقی
دل ہر ذرہ میں غوغائے رستا خیز ہے ساقی
متاعِ دین و دانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی

حالات کی یہ بے راہ روی اور ماحول کی یہ بے بسی ایک مدت تک کسی مرد کامل کے ظہور کی منتظر رہی۔ ذرا سنو تو وہ ایک مرد قلندر شاہی مسجد کے زیر سایہ یہ کیا گنگنا رہا ہے

لا پھر اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی
ہاتھ آجائے مجھے میرا مقام اے ساقی
تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے ترا فیض ہو عام اے ساقی

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس مرد قلندر کی تائید میں فطرت نے خود "آمین" کہا کیونکہ ساقی کے فیض عام نے دنیا والوں کو وہ مرد کامل عطا کر دیا جس کی طلب و جستجو ہر مرد پاک باز کے قلب و جگر میں ایک مدت سے انگڑائیاں لے رہی تھی۔ بظاہر تو یہ مرد درویش احمد علیؒ تھا۔ لیکن حقیقت میں حامیٔ سنت تھا۔ ماحیٔ بدعت تھا۔ امیرِ شریعت تھا۔ شیخ طریقت تھا۔ مفسر قرآن تھا۔ ولی زمان تھا۔

استفتاء

(۱) بندہ نے ہندوستان میں ایک کافر سے رقم ادھار لے رکھی تھی۔ جب بندہ آیا رقم ادا کرکے نہیں آیا موقع نہیں ملا تھا۔ اب رقم کافر کی منی آرڈر کرا دی جائے یا نہیں جیسے شریعت کا حکم ہو۔ بندہ کو خوش کریں۔ اللہ تبارک تعالیٰ حضور کو شریعت پر قایم رکھے آمین ثم آمین۔

(۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں:۔ (۱) ایک شخص ہے اس نے قرض لیا ہے۔ وہ مرجاتا ہے۔ اور اس کی بیوی زندہ ہے۔ اسی شخص کی لڑکی کی شادی اس کے بھتیجے کے ساتھ ہوئی ہے۔ کیا اس شخص کا بھتیجا جو اس کا داماد بھی ہے اپنی زکوٰۃ قرض کی جگہ دے سکتا ہے؟ (۲) میں زکوٰۃ بھی دیتا ہوں۔ اور میں نے ایک غریب آدمی کو کچھ رقم قرض دی ہوئی ہے۔ کیا میں وہ زکوٰۃ جو کہ دینی ہے قرض کی جگہ گھر رکھ سکتا ہوں؟

(۳) (۱) نماز جنازہ کہاں پڑھنا چاہیئے۔ مسجد میں یا مسجد کے باہر (۲) جنازہ کے آگے قرآن شریف اور چکوروں میں نمک اور گندم کا لے جانا جائز ہے۔ (۳) بعد از نماز جنازہ۔ قرآن شریف۔ گندم۔ نمک اور پیسوں کو ملاؤں میں تقسیم کرنا جائز ہے۔ (۴) میت کے پہلے دن خیرات کرنا جائز ہے۔ اور خیرات کیسے آدمی کو کرنا چاہیئے روح پرواز کرنے کے بعد مردہ کا اپنے گھر میں کتنا حق ہے۔ کیا خیرات کے لیے وصیت ضروری ہے۔ (۵) میت کے تیسرے دن مسجد میں قرآن شریف کا ختم کرنا اور اس کے بعد ملاؤں میں پیسے بانٹنا جائز ہے۔

(۴) ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کی تعریف خواہ وہ مسلمان اس معیار میں پورا ہو یا نہ ہو کرنا کہاں تک درست ہے۔ جیسے عموماً ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی حد سے زیادہ تعریفیں کرکے اس کو گمراہ کر دیتا ہے۔ اور وہ اپنے آپ کو حد سے زیادہ کچھ سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ آج کل یہ وبا عام ہے کہ جس نے ڈاڑھی رکھی ہو اس کو مولانا کہا جاتا ہے اور اس کا کردار معلوم نہیں ہوتا کہ کیا ہے اور کیا نہیں۔ (المستفتی)

جواب:۔

(۱) جس طرح اس کو پہنچائی جا سکے پہنچا دیجیے اس وقت معاملات معاہدات وامن کے تحت تھے اس لیے قرض قرض ہے اگر کوئی دارالحرب کہتا بھی تھا تو ان کو ان لوگوں کے مقابلہ پر نہیں کہتا تھا۔ جن کا قرض ہے۔

(۲) (۱) ادائے زکوٰۃ کے لیے بلا معاوضہ کے مالک بنا کر دینا ضروری ہے۔ اگر زکوٰۃ مرحوم کو دی جا رہی ہے پھر اس سے اس کا قرضہ ادا کیا جا رہا ہے تو مرحوم مالک نہیں ہو سکتا ادا نہ ہو گی اور اگر قرض والے کو دی جا رہی ہے تو قرض کے عوض نہیں ہے اس لیے ادا نہ ہو گی۔ اگر یہ شخص زکوٰۃ اپنی خوش دامن کو دے دے پھر اس کا جی چاہے تو خاوند کے قرض میں دیدے تو خوشدامن کو دینے سے زکوٰۃ ادا ہو جائے گی بشرطیکہ خوشدامن کو اس طرح مالک بنا کر دی جائے کہ اس کا جی چاہے وہ خاوند کا قرض ادا کرے جی چاہے خود رکھ لے۔

(۲) انھیں رکھ لینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہو گی اس شخص کو مالک بنا کر دے دی جائے۔ پھر اپنا قرض اس سے جس طرح ہو وصول کر لیا جائے۔ مالک بنانا باتفاق ائمہ ضروری ہے اور جو صورت آپ نے سوچی ہے اس میں اس دینا اور مالک بنانا نہیں ہے بری الذمہ کرنا ہے واللہ اعلم۔

(۳) (۱) اس طرح کہ نمازی امام اور جنازہ سب مسجد سے باہر ہوں اس کے سوا ہر صورت مکروہ ہو گی۔ وَكُرِهَتْ تَحْرِيْمًا وَقِيْلَ تَنْزِيْهًا فِيْ مَسْجِدِ جَمَاعَةٍ هُوَ اَيِ الْمَيِّتُ فِيْهِ وَحْدَهٗ اَوْ مَعَ الْقَوْمِ وَاخْتُلِفَ فِي الْخَارِجَةِ عَنِ الْمَسْجِدِ وَحْدَهٗ اَوْ مَعَ الْقَوْمِ وَالْمُخْتَارُ الْكَرَاهَةُ مُطْلَقًا ش۔ی۔ج ۱۔ صـ ۹۲۴

(۲) (۳) (۴) (۵) یہ سب اس میں ہیں ان کو ضروری قرار دینا بے اصل ہونے کی وجہ سے بدعت ہے گناہ پر شریعت مطہرہ نے ایصال ثواب کی کوئی شکل کوئی وقت کوئی جگہ مقرر نہیں کی یہ مقرر کرنا شریعت کا مقابلہ اور نعوذ باللہ خدا اور رسول پر طعن کرنا ہے کہ یہ باتیں ضروری کر دینے کی تھیں۔ آپ نے نہیں کیں تو ہم کرتے ہیں۔ اس لیے یہ سب چھوڑ کر نفل نماز روزہ حج صدقہ خیرات تلاوت سے ہر وقت ایصال ثواب کیا جائے کوئی قید اور پابندی نہ ہو تو درست ہے اور صدقہ کا افضل طریقہ حدیث شریف میں یہ ہے کہ داہنے ہاتھ سے دو تو بائیں کو خبر نہ ہو جو لوگ اس طرح نہیں کرنا چاہتے۔ معلوم ہوتا ہے ان کی نسبت ثواب و ایصال ثواب کی نہیں تام نمود شہرت دکھاوے کی ہے نہ اس سے ثواب ملے گا نہ ایصال ثواب ہو سکے گا اب آپ کی مرضی ہے چاہے مال ضائع کریں یا قاعدہ کے موافق کرکے کام میں لائیں ثواب لیں اور ایصال ثواب کریں۔ ترکہ سے صدقہ کرنے کے لئے وصیت ضروری ہے بغیر اس کے درست نہ ہوگا۔ مردہ کا گھر بار سے کوئی تعلق نہیں رہتا وہ سب وارثوں کا ہو جاتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی پھینک مارو (مسلم عن رغیب) اور بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے کی تعریف حضورؐ کے سامنے کی تو حضورؐ نے فرمایا تجھے ہلاکت ہو تو نے اپنے بھائی کی گردن توڑ دی۔ تین بار فرمایا تم سے اگر کوئی تعریف کرنے والا ہی ہو تو یوں کہیئے کہ میں اس کو ایسا گمان کرتا ہوں اللہ خوب جانتا ہے۔

یہ حکم تو واقعی باتوں پر تعریف کرنے کا ہے اور حد سے زیادہ اور غلط یا بے تحقیق تعریف تو جھوٹ اور لوگوں کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔

تصحیح

"بول بالا ہے بخاری کا"
کے عنوان سے جو نظم پچھلے شمارے میں شائع ہوئی تھی اس کے آخری شعر کو یوں پڑھا جائے
خلد میں بود و باش ہے اس کی
زیست کو خود تلاش ہے اس کی
"خلد" کی بجائے "فکر" لکھا جانا سہو کتابت کا نتیجہ تھا۔

خدا تعالیٰ کی قدرت کے عجیب و غریب کرشمے

ایم عبدالرحمٰن
لودھیانوی
شیخوپورہ

حضرت آدمؑ کا اعزاز و اکرام اور حضرت ابراہیمؑ کے خاندان کی فضیلت

خدا کی مخلوقات میں زمین آسمان، چاند، سورج، ستارے فرشتے، جن، شجر اور حجر سب ہی شامل تھے مگر اس نے اپنے علم محیط اور حکمت بالغہ سے ملکاتِ روحانیہ اور کمالاتِ جسمانیہ کا جو مجموعہ ابوالبشر آدمؑ میں ودیعت کیا وہ مخلوقات میں سے کسی کو نہ دیا بلکہ آدمؑ کو مسجودِ ملائکہ بنا کر ظاہر فرما دیا کہ آدم کا اعزاز و اکرام اس کی بارگاہ میں ہر مخلوق سے زیادہ ہے آدمؑ کا یہ انتخابی اور اصطفائی (برگزیدہ) فضل و شرف جسے ہم "نبوت" سے تعبیر کرتے ہیں۔ کچھ ان کی شخصیت پر محدود و مقصور نہ تھا بلکہ منتقل ہو کر ان کی اولاد میں نوح علیہ السلام کو ملا پھر منتقل ہوتا ہوا نوحؑ کی اولاد حضرت ابراہیمؑ تک پہنچا۔ یہاں سے ایک نئی صورت پیدا ہو گئی، آدمؑ و نوح علیہما السلام کے بعد جتنے انسان دنیا میں آباد رہے تھے وہ سب ان دونوں کی نسل سے تھے کوئی خاندان دونوں کی اولاد سے باہر نہ تھا برخلاف اس کے ابراہیمؑ کے بعد ان کی نسل کے علاوہ دنیا میں دوسرے خاندان موجود رہے لیکن جس خدا نے اپنی بے شمار مخلوقات میں سے منصب نبوت کے لئے آدمؑ کا انتخاب کیا تھا اُسی کے علم محیط اور اختیارات کامل نے آئندہ کے لئے ہزاروں گھرانوں میں سے اس منصب جلیل کے واسطے ابراہیمؑ کے گھرانے کو مخصوص فرما دیا۔ جس قدر انبیاءؑ و رسل ابراہیمؑ کے بعد آئے ان ہی کے دو صاحبزادوں اسحٰق و اسمٰعیل علیہما السلام کی نسل سے آئے۔ آلِ عمران بھی آلِ ابراہیمؑ کی ایک شاخ بن گئی اس لئے کوئی پیغمبر بھی خاندانِ ابراہیمی سے باہر نہ ہوا (از شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ)

حضرت زکریاؑ کی تمنا

حضرت زکریا علیہ السلام بنی اسرائیل کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں بڑھئی کا پیشہ کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے حضرت زکریاؑ بالکل بوڑھے ہو چکے تھے ان کی بیوی بانجھ تھی۔ اولاد کی کوئی ظاہری امید نہ تھی۔ مریمؑ کی نیکی و برکت اور غیر معمولی خوارق (گرمی کے پھل سردی میں، سردی کے گرمی میں) دیکھ کر دفعتہً قلب میں ایک جوش اٹھا اور فوری تحریک ہوئی کہ میں بھی اولاد کی دعا کروں امید ہے مجھے بھی بے موسم میوہ مل جائے یعنی بڑھاپے میں اولاد مرحمت ہو۔

اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ نِدَآءً خَفِیًّا ○ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَھَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَاشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّلَمْ اَکُنْ بِدُعَآئِکَ رَبِّ شَقِیًّا ○ وَاِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَکَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَھَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ وَلِیًّا ○ یَّرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ وَاجْعَلْہُ رَبِّ رَضِیًّا ○ یٰزَکَرِیَّآ اِنَّا نُبَشِّرُکَ بِغُلٰمِ اِسْمُہٗ یَحْیٰی لَمْ نَجْعَلْ لَّہٗ مِنْ قَبْلُ سَمِیًّا ○ (پ ۱۶ ع ۱)

(ترجمہ) جب زکریاؑ نے اپنے رب کو چھپی آواز سے پکارا۔ بولا۔ اے رب! میری ہڈیاں بوڑھی ہو گئیں اور سر سے بڑھاپے کا شعلہ نکلا اور اے رب! تجھ سے مانگ کر میں کبھی محروم نہیں رہا اور میں اپنے پیچھے بھائی بندوں سے ڈرتا ہوں اور میری عورت بانجھ ہے سو مجھ کو اپنے پاس سے ایک کام اٹھانے والا بخش جو میری اور یعقوب کی اولاد کی جگہ بیٹھے اور لے، رب! اس کو من مانتا کر۔ جواب ملا۔ اے زکریا! ہم تجھ کو ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام ہے یحیٰی، اور ہم نے اس نام کا پہلے کوئی نہیں کیا۔

(تفسیر) کہتے ہیں کہ رات کی تاریکی اور خلوت میں پست آواز سے زکریا نے دعا کی چنانچہ۔

(۱) ایسی دعا ریا سے دور اور کمال اخلاص سے معمور ہوتی ہے شاید یہ بھی خیال ہو کہ بڑھاپے کی عمر میں بیٹا مانگتے تھے اگر نہ ملے تو سننے والے ہنسیں اور ویسے بھی بڑھاپے میں عموماً آواز پست ہوتی ہے۔ بظاہر موت کا وقت قریب ہے سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی چمک رہی ہے اور ہڈیاں تک سوکھنے لگیں۔ اے اللہ! تو نے اپنے فضل و رحمت سے ہمیشہ میری دعائیں قبول کیں اور مخصوص مہربانیوں کا خوگر بنائے رکھا اور اب اس آخری وقت اور ضعف و پیرانہ سالی میں کیسے گمان کروں کہ میری دعا رد کر کے مہربانی سے محروم رکھیں گے۔

حضرت زکریاؑ کے بھائی بند قرابتدار نااہل ہوں گے۔ اس لئے انہیں ڈر یہ ہوا کہ وہ لوگ ان کے بعد بداعمالیوں اور غلط کاریوں سے راہ نیک نہ بگاڑ دیں اور جو دینی و روحانی دولت یعقوبؑ کے گھرانے میں منتقل ہوتی ہوئی حضرت زکریاؑ تک پہنچی تھی اسے اپنی شرارت اور بدتمیزی سے ضائع نہ کر دیں

عرض کرنے لگے کہ میں بوڑھا ہوں اور بیوی بانجھ ہے ظاہری سامان اولاد ملنے کا کچھ نہیں لیکن تو اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے اولاد عطا فرما جو دینی خدمات کو سنبھالے اور تیری مقدس امانت کا بوجھ اُٹھا سکے میں اس ضعف و پیری میں کیا کر سکتا ہوں، جی یہی چاہتا ہے کہ کوئی بیٹا اس لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی پاک گدی پر بیٹھ سکے، اُن کے علم و حکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالاتِ نبوت کا وارث ہے، وراثت سے مراد مال و دولت کی نہیں بلکہ ان کی وراثت دولتِ علم میں چلتی ہے عرض کرنے لگے کہ ایسا لڑکا دیجئے جو اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے میری تیری اور اچھے لوگوں کی پسند کا ہو۔

دعا قبول ہوئی اور لڑکے کی بشارت پہنچی۔ جس کا نام یحیٰی قبل از ولادت حق تعالیٰ نے تجویز فرمایا نام بھی ایسا انوکھا جو اُن سے پہلے کسی کا نہ رکھا گیا تھا۔ یعنی اس شان و صفت کا کوئی شخص اُن سے پہلے نہیں ہوا تھا۔ شاید یہ مطلب کہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے کوئی ایسا لڑکا اس وقت تک پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ بعض خاص احوال و صفات مثلاً رقت قلب (نرم دلی) اور غلبۂ بکا (بہت رونا) میں ان کی مثال پہلے نہ گزری ہو گی۔

انسان کا قاعدہ ہے کہ جب غیر متوقع اور غیر معمولی خوشخبری سنے تو مزید طمانیت اور لذت حاصل کرنے کے لئے بار بار پوچھتا ہے اور کھود کرید کیا کرتا ہے اس تحقیق اور چھان بین سے لذت تازہ حاصل ہوتی اور بات خوب پکی ہو جاتی ہے یہی منشاء حضرت زکریاؑ کے سوال کا تھا، حضرت شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں۔ انوکھی چیز مانگتے حضرت زکریا کو تعجب نہ آیا جب سنا کہ ملے گی تو تعجب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تعجب کی کوئی بات نہیں ان ہی حالات میں اولاد مل جائے گی اور مشیت ایزدی پوری ہو کر رہے گی۔ فرشتہ نے کہا۔ اے زکریا! تمہارے نزدیک ظاہری اسباب کے اعتبار سے ایک چیز مشکل ہو تو خدا کے یہاں مشکل نہیں اس کی قدرت عظیمہ کے سامنے سب آسان ہے۔ انسان اپنی ہستی ہی کو دیکھ لے ایک زمانہ تھا کہ یہ کچھ نہ تھا۔ اس کا نام و نشان بھی کوئی نہیں جانتا تھا۔ حق تعالیٰ اس کو پردۂ عدم سے وجود میں لایا پھر جو قادر مطلق لاشئے محض کو شئے بنا دے کیا وہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے بچہ پیدا نہیں کر سکتا، اس پر تو بطریق اولیٰ اُسے قدرت ہونی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت سلسلۂ اسباب کی پابند نہیں گو اس جہان میں اس کی عادت یہی ہے لیکن کبھی اسباب عادیہ کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے کسی چیز کا پیدا کر دینا بھی اس کی خاص عادت ہے اصل بات یہ ہے کہ مریم صدیقہؓ کے پاس خارق عادت طریقہ سے رزق کا پہنچنا اور بہت سے غیر معمولی واقعات کا ظہور پذیر ہونا۔ یہ دیکھ کر مریم کے حجرہ میں بے ساختہ حضرت زکریاؑ کا دعا مانگنا پھر اُن کو اور ان کی بانجھ عورت کو بڑھاپے میں غیر معمولی طور پہ اولاد ملنا۔ ان سب نشانات کو قدرت کی طرف سے اس عظیم الشان آیتِ الٰہیہ کی تمہید سمجھنا چاہئے جو مریم کے وجود سے بغیر خاوند کے چھونے کے مستقبل قریب میں ظاہر ہونے والی تھی یعنی حضرت عیسیٰ

کی پیدائش (حضرت مولانا عثمانی رح)

(۲)۔ خُدا کی قدرت، حضرت زکریّا کے ہاں اس بڑھاپے میں کوئی اولاد نہ تھی ہرچند دعا کرتے تھے کہ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ، پ ۱۷ ع ۶

(ترجمہ) اے رَب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ دو۔ تو ہی سب سے بہتر وارث ہے ان ایام میں کئی بار مریم کے پاس جب زکریا ان کے حجرہ میں گئے۔ تو بے موسم کے پھل اور میوے دھرے پائے جس سے متعجب ہوکر پوچھا کہ یہ تیرے پاس کہاں سے آئے؟ مریم نے کہا خدا کے یہاں سے وہ جس کو چاہتا ہے بغیر حساب کے روزی دیتا ہے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت زکریّاؑ متنبہ ہوئے اور دل میں خیال گزرا کہ خدا تعالیٰ مجھ کو بھی بے موسم (پیری میں) پھل دے سکتا ہے خدا سے نہایت عاجزی کے ساتھ اولاد کی دُعا کی وہ ہیکل میں کھڑے ہوئے عبادت میں مصروف تھے اور یہی ان کی نماز تھی کہ فرشتے نے ان پر ظاہر ہوکر یہ بشارت دی کہ دیکھ خدا نے تیری دُعا قبول کی وہ تجھ کو ایک ایسا فرزند دیا چاہتا ہے کہ جس کا ہم نام تیرے خاندان میں کوئی نہیں وہ بنی اسرائیل کا سردار ہوگا۔ اور اس قوم کی خراب حالت کی اصلاح کرے گا اور حصور ہوگا۔ یعنی خدا کی طرف سے نفسانی خواہشوں اور گناہوں سے روکا جائے گا۔ اس کو ان چیزوں کی طرف از خود رغبت نہ ہوگی اور نبی ہوگا اور پاکباز لوگوں میں سے ہوگا۔ اور وہ کلمۃ اللہ یعنی حضرت مسیحؑ کی تصدیق کرے گا یہ خوشخبری سن کر زکریّاؑ نے کہا الٰہی! میں بڑھا ہوگیا اور میری بیوی بانجھ ہے یہ کیونکر ہوگا؟ فرشتہ نے کہا خدا یوں ہی کر دیتا ہے اس پر کوئی بات مشکل نہیں بغیر اسباب ظاہرہ بھی وہ اپنے افعال ظاہر کر دیتا ہے زکریّاؑ نے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی علامت یا نشانی دینی چاہئے جس سے مجھ کو یہ معلوم ہو، فرشتہ نے کہا تیرے لئے یہ علامت ہے کہ تو تین روز تک بغیر اشارہ کے کسی سے کلام نہیں کرسکے گا گویا یہ ایک روزہ تھا بنی اسرائیل میں عبادت کی عبادت اور علامت کی علامت اس کے بعد زکریّاؑ اپنی بیوی کے پاس گئے وہ حاملہ ہوگئیں۔ حضرت زکریّاؑ کی عمر ۹۹ یا ۱۲۰ برس کی تھی ان کی بیوی ۹۸ برس کی تھیں علاوہ اس کے وہ بانجھ بھی تھیں۔ (تفسیر حقانی)۔

خلاصۂ کلام

حضرت زکریّا علیہ السّلام شہر یروشلم کے باشندے تھے بنی اسرائیل میں بیت المقدس کے امام تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ یہود کی سلطنت قائم نہ رہی تھی شاہان روم ان پر حکومت کرتے تھے اور ان کا ایک گورنر یہاں رہا کرتا تھا جس کو ہیرودیس کہا کرتے تھے یہ نام ان کا خاندانی نام تھا۔ ہیرودیس یہودی مذہب سے نہیں بلکہ غیر تھا۔ بیت المقدس کئی بربادیوں کے بعد سال میں از سر نو تعمیر ہوا تھا۔ اس میں متعدد کمرے اور کئی درجے تھے اور دو منزلہ مکانات بھی تھے حضرت زکریّا علیہ السّلام بوڑھے ہوگئے تھے اور اور انکی بیوی الیسبات جو حضرت مریم کی خالہ تھیں بانجھ تھیں زکریّاؑ کو اولاد نہ ہونے کے باعث بعد میں اقارب کا کھٹکا تھا کہ ان سے ملّت کے کام سرانجام نہ ہو سکیں گے۔ آخر ایک روز عین نماز میں دل بھر آیا اللہ سے مناجات و دُعا کی کہ اے رب! میں کبھی تجھ سے سوال کر کے محروم نہیں ہوا ہوں میں تجھ سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے ایک پسندیدہ فرزند عطا کر کہ امامت میں میرا وارث ہو، نبوت، بزرگی اور برکت میں بھی جو اسرائیل سے وعدہ کی گئی تھی کہ تیری نسل میں برکت دوں گا۔ فرشتہ نے خدا کی طرف سے زکریّا کو مژدہ دیا کہ تیری دعا قبول ہوئی تجھ کو ایک فرزند نیک ملے گا جس کا نام یحییٰؑ (یوحنا) ہوگا اور اس سے پہلے اس نام کا کوئی نہیں ہوا زکریّاؑ کو خوشخبری سن کر اپنی پیرانہ سالی اور بیوی کے بانجھ ہونے کا خیال کرکے تعجب ہوا فرشتہ نے کہا کیا تعجب ہے خدا نے انسان کو معدوم سے موجود کر دیا۔ بغیر اسباب کے پیدا کر سکتا ہے۔ پھر جب زکریّا کا اطمینان ہوگیا تو فرشتہ نے اس کی علامت پوچھی فرشتہ نے کہا جب وقت آئے گا تو خود بخود تین دن تک تیری زبان بند ہو جائے گی، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ زکریّاؑ کچھ بات نہ کرسکے تھے امامت کے روز لوگ حسب دستور منتظر تھے کہ زکریّا محراب یعنی اپنی خاص عبادت گاہ سے باہر آکر نماز پڑھائیں ان کے دستور کے موافق پس باہر نکل کر لوگوں سے اشارہ کرکے کہا کہ تم خود صبح و شام خدا کی حمد و ثنا کرو اس علامت کے تھوڑی دیر بعد یحییٰؑ پیدا ہوئے۔ یہ لڑکپن ہی میں وعظ و تلقین کیا کرتے تھے اور بچوں کی طرح کھیل کود میں کبھی مصروف نہیں ہوئے، تورات پر عمل کرنے کا ان کو حکم ہوا تھا، اس بات کو خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ سے تعبیر کیا یعنی مضبوطی سے تورات کو پکڑ کر اس پر عمل کر اور ممکن ہے کہ ان کو خاص صحیفہ عطا ہوا ہو اور آپ کو لڑکپن ہی میں حُکم یعنی حکمت اور فہم و دانائی اور نرم دلی اور محبت، دلِ دردمند اور طہارت ظاہری و باطنی عطا کی گئی تھی۔

وہ باحکمت تھے نہایت مہربان رفیق القلب تھے ظاہر و باطن میں پاک اور بابرکت تھے۔ نہایت پرہیزگار خدا ترس تھے، ماں باپ کے فرمانبردار تھے۔ جبار سرکش نہ تھے ان خوبیوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ حضرت یحییٰؑ کی نسبت فرماتا ہے کہ ہمارا اسلام اور رحمت ہو ان پر پیدا ہونے، مرنے اور مر کے جینے کے دن یعنی سخت اوقات میں۔ (حقانی)

حضرت یحییٰؑ لذات و شہوات سے بہت زیادہ رکنے والا ہوگا۔ یہ ان کا مخصوص حال تھا۔ اللہ کی عبادت میں اس قدر مشغول رہے گا، کہ عورت کی طرف توجہ کرنیکی نوبت نہ آئے گی۔ صلاح و رُشد کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوگا۔ جسے نبوت کہتے ہیں یا نہایت شائستہ ہوگا۔ قتادہؓ نے کہا یحییٰؑ اس لئے نام ہوا کہ اللہ نے ان کو زندہ با ایمان کیا۔ حضرت یحییٰؑ اور عیسیٰؑ دونو خالہ زاد بھائی تھے اور حضرت یحییٰؑ سب سے پہلے حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لائے اور لوگوں کو بشارت دی کہ نبی برحق ہیں، ربیع بن انسؒ نے کہا سب سے پہلے جس نے عیسیٰ بن مریم کی تصدیق کی یحییٰ علیہ السّلام ہیں وہ علم و عبادت میں سید تھے، حلیم و تقی تھے۔ سید یعنی فقیہ و عالم کے خلق و دین میں سید۔

وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ پ ۳ ع ۱۲۔

(ترجمہ) اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنے قلم ڈال رہے تھے کہ کون مریم کو پالے پوسے۔ نہ آپ اُس وقت تھے جھگڑ رہے تھے۔

مطلب) جب مسجد کے بزرگوں نے حضرت مریمؑ کی ماں کا خواب سُنا تو سب چاہنے لگے کہ ہم مریم کی پرورش کریں، فیصلہ اس بات پر ہوا کہ ہر ایک اپنی اپنی توریت لکھنے والی قلم جو لوہے کی تھی پانی میں ڈالے جس کا قلم تیر کر اوپر کی طرف بہ آئے وہ مریمؑ کو پالے جب قلمیں ڈالیں تو سب نیچے بہہ گئیں اور زکریّاؑ کا قلم ٹھہر کر اوپر کو بہ گیا تو یہی کفیل ہوئے ان سب میں یہی بڑے اور سردار و عالم و امام نبی تھے سُدی وغیرہ نے کہا کہ یہ نہر اردن تھی جس پر جا کر قرعہ ڈالا گیا۔ جس کا قلم پانی کے بہاؤ کے خلاف چلا وہ حضرت زکریّاؑ تھے۔ حق دار کو پہنچ گیا۔

اسماء الرسول ﷺ

وہ برہان ہے قرآن مجید میں قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فرمایا گیا ہے اور امام سفیان بن عینیہ نے اس کی تفسیر میں برہان آنحضورؐ ہی کو فرمایا ہے۔

ہاں وہ برہان ہے اور حجت اللہ ہے۔

وہ برہان ہے۔ اور حضورؐ کی ذات ہمایوں بذات خود ایک روشن دلیل ہے۔

وہ بشر ہے اور اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ کے تاج سے متوّج ہے۔ آدمؑ کے لیے ابوالبشر ہونا اسی لیے صد گونہ افتخار کا موجب ہے کہ حضورؐ بشر ہیں۔

ہاں وہ بشر ہے۔ اور حضور کا حسن ظاہرو جمال اطہر اہل لغت کو اس معنی لغوی کی تعلیم دیتا ہے۔

وہ بشیر ہے اور اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا کے خطاب سے مخاطب ہے۔

وہ مبشر بھی ہے اور مسیح کی بنوت کا مقصد حضورؐ ہی کی بشارت کا پہنچا دینا ہے۔ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ

وہ بشارت رساں بھی ہے اور اہل ایمان ایقان کے لیے ہزار در ہزار بشارت کا اعلام فرمانے والا ہے۔

وہ بیّنہ ہے۔ وہ خود آیات باہرہ اور علامات واضحہ اور دلائل حقہ کا مجموعہ ہے۔ اس کا وجود سراپا صداقت ہے۔ اور اس کا پیکر سراپا حقانیت ہے۔ یہی بیّنہ اہل کتاب اور مشرکین کی ظلمات کو دور کر دینے والا۔ تاریکیوں کو اٹھا دینے والا۔ عالم تیرہ وتار میں اجالا پھیلا دینے والا ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب کی مثال حضورؐ ہی پر صادق ہے۔

وہ حبیب اللہ ہے اور اس تقرب کا مالک ہے جس کا ذکر حدیث صحیح میں بندۂ عابد ساجد کے لیے ان الفاظ میں فرمایا گیا ہے۔

فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ وَلِسَانَهُ الَّذِيْ يَنْطِقُ بِهٖ (الحدیث)

وہ حلیم ہے۔ حلیم حلم بالضم سے بھی ہے اور یہ لفظ وفور دانش اور کمال عقل پر دال ہے حلیم حلم بالکسرہ سے بھی ہے۔ وہ مصائب کا برداشت کرنے والا ہے۔ دشمنوں کے ہاتھوں سے پتھر کھانے والا اور جواہر لٹانے والا۔ گالیاں سننے والا اور دعائیں کرنے والا ہے۔

حضور کا یہ اسم گرامی قبل از نبوت مشہور عام تھا۔ سردار ابو طالب فرماتے ہیں۔

حَلِيْمٌ رَشِيْدٌ عَادِلٌ غَيْرُ طَائِشٍ
يُوَالِيْ اِلٰهًا لَيْسَ عَنْهُ بِغَافِلٍ

وہ خازن ہے۔ امام احمدؒ کی روایت میں ہے۔ اَنَا الْخَازِنُ اَضَعُ حَيْثُ اُمِرْتُ

ہاں وہ خزینہ دار ربانی ہے وہ گنجور رحمانی ہے عطایا سبحانی کی تقسیم اسی گھر سے ہوتی ہے۔ گہر پاشی اسی ید مبارک کا خاصہ ہے۔

★

"درس قرآن مجید"

(از شیخ الاسلام مفسر قرآن شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی قدس سرہم العزیز)

مرتبہ بشیر علی شاہ مدرس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

راقم الحروف یکم رمضان ۱۳۷۸ھ قطب العالم شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب "نور اللہ مرقدہم" کی خدمت اقدس میں دورۂ تفسیر پڑھنے کے لئے حاضر ہوا تھا۔ چونکہ ناچیز پہلے ہی سے بزرگوارم کے مذہبی، تبلیغی رسائل اور مترجم و محشی قرآن مجید کے مطالعہ اور آپ کے پُراثر روحانی مواعظ سے متأثر تھا اور مخدومنا حضرت الاستاذؒ کے ظاہری و باطنی علوم کی اکملیت اور تفسیر قرآن میں خصوصی اور ممتاز مہارت کا پورا احساس تھا۔ اس لئے مصمم ارادہ تھا کہ دوران درس میں بزرگوارم کے معارف قرآنیہ اور ارشادات عالیہ کو قلمبند کروں گا۔ اسی نیک مقصد کے پیش نظر یکم رمضان کو ہی یہ کوشش کی کہ حضرت الشیخؒ کی آغوش شفقت میں قریب بیٹھنے کی سعادت نصیب ہو جائے تاکہ بزرگ کے فیوض ارشادات کو بخوبی زیب قرطاس کیا جا سکے۔ بفضلہ تعالیٰ اس مقدس مقصد میں کامیابی ہوئی دورۂ تفسیر سے فارغ ہونے کے بعد دارالعلوم حقانیہ واپسی ہوئی تو یہ نیک ارادہ دلنشین ہوا کہ حضرت الاستاذؒ کے ان فیوض و برکات کو "خدام الدین" کے ذریعہ شائع کیا جائے مگر چند عوارض کی وجہ سے یہ ارادہ مکمل نہ ہو سکا آج خدام الدین میں بقیۃ السلف الصالحین حضرت مولانا عبید اللہ صاحب انور مدظلہم العالی کے شائع کردہ اعلان کے دیرینہ اور خوابیدہ ارادہ کو جگایا۔

ونبہ شوقی بعد ما کان نائما
هتوف الی حب مشغوفة بالوقر

اگرچہ ان کے اعلان کا مقصد شیخ التفسیرؒ کے سوانح حیات کے متعلق حضرتؒ کے احباب تلامذہ خدام اور مریدین سے مواد فراہم کرنا ہے جس کی تعمیل تمام اطلاع یافتہ حضرات کے لئے سعادت دارین کا باعث ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ ناچیز نے بیدار شدہ عزم سے یہ فائدہ لینا مناسب سمجھا کہ حضرت الشیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس خالص علمی، روحانی، اور مضامین عالیہ سے لبریز درس سے قارئین خدام الدین مستفید ہو جائیں۔ ناچیز جملہ اہل علم بالخصوص فضلاء قاسم العلوم لاہور سے عاجزانہ مگر پر زور گزارش کرتا ہے کہ مرتب کی ناتجربہ کاری اور ضعف قلم کے پیش نظر ربط و ضبط یا کسی واقعہ یا مسئلہ میں لفظی و معنوی خامی اور غلطی نظر آئے تو ناچیز کو مطلع فرما کر ممنون فرمائیں تاکہ اس کی بر وقت اصلاح کیجا سکے۔ ناچیز اصلاح کنندگان کی رہنمائی کا ممنون و مشکور رہے گا۔

اللہم اجعل نیتی خالصۃ لمرضاتک ووفق لما تحب وترضی۔ اشیر علی شاہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

یکم رمضان ۱۳۷۸ھ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم،

الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ آنحضرت نے اپنے فرائض و ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے قرآن مجید سیکھنے کے لئے دور دراز کا سفر کیا۔ خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ[1] جو فرائض ایک عالم دین کے ذمہ عائد ہو رہے ہیں وہ قرآن و حدیث کی اشاعت و تبلیغ ہے یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک۔ اے برگزیدہ رسول جو کتاب آپ پر اتاری گئی ہے اس کی تبلیغ کیجئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کے ذمہ تبلیغ قرآن کا فریضہ لگا دیا ہے چنانچہ آپ نے تبلیغ قرآن کا یہ اہم فریضہ باحسن وجوہ سرانجام دیا ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین۔

[1] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ تم میں سے افضل وہ ہے جو قرآن سیکھ کر اوروں کو سکھائے۔ [2] اللہ تعالیٰ وہی ذات ہے جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول بھیجا جو انہیں میں سے تھا وہ رسول ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ کر سناتا ہے اور ان کے قلوب کو سنوارتا ہے اور وہ رسولؐ ان کو کتاب و حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس رسولؐ کی تشریف آوری سے قبل صریح گمراہی میں مبتلا تھے۔

فرائض علماء

حضورؐ کے بعد یہ فریضہ نیابتہً صحابہ کرام تابعین تبع تابعین مجتہدین مفسرین، محدثین اور ہر قرن کے علماء ربانیین اور صوفیائے کرام سرانجام دیتے رہے۔ اب یہ فریضہ العلماء ورثۃ الانبیاء کے تحت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نیابتہً آپ حضرات پر ان کے ایک غلام ہونے کی حیثیت سے عائد ہو رہا ہے اور آپ بحیثیت غلام ہونیکے اس کے ذمہ دار ہیں۔

مجاہد حریت حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے دینی، مذہبی کارہائے نمایاں

یہاں جو کچھ بیان کیا جائے گا حضرت مولانا عبید اللہ سندھیؒ کے نہج پر ہوگا۔ حقیقت میں یہ سب کچھ حضرت سندھی کی جامعیت علوم، سخاوت و سیاست کی بدولت ہے اور ان کی سالہا سال کی دماغی محنت

اور تجربہ ہائے دراز کا نتیجہ ہے یہ عظیم الشان خدمت انہوں نے امروٹ شریف (ضلع سکھر) کی مسجد میں معتکف بیٹھ کر سرانجام دی تھی۔ اگر کسی کو اس سے کوئی نئی چیز سمجھ میں آ جائے۔ تو چشم ما روشن۔ دل ماشاد

نظارۃ المعارف القرآنیہ دہلی کی تاسیس

حضرت مولانا سندھیؒ نے قرآن کی اشاعت کی خاطر یہ تہیہ کر لیا تھا کہ اس کو ہر طبقہ میں پہنچا دیا جائے، چنانچہ انہوں نے نظارۃ المعارف کے نام سے دہلی میں ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ جس میں قرآن مجید کے درس و تدریس کا انتظام کیا گیا اور مولانا نے پانچ مولوی اور پانچ انگریزی دان اس کیلئے منتخب کئے اور ان کو ترجمہ شروع کرایا۔ یہ واقعہ آج سے بیالیس سال پہلے کا ہے میں اس وقت جوان تھا۔ اب چوہتر سال کا بوڑھا ہوں۔ میں حضرت مولانا کی تقریر قلمبند کرتا تھا۔ چونکہ میں تیز لکھنے کا ماہر تھا اس لئے میں تقریر کے اکثر حصہ کو ضبط کر لیتا تھا۔ مولانا سندھیؒ نے ایک دفعہ میری کاپیاں دیکھیں تو خوش ہو کر فرمایا۔ احمد علی تو نے تو اسی فیصدی الفاظ ضبط کر لئے ہیں"۔

حضرت شیخ التفسیرؒ کی تحریر شدہ کاپیاں حضرت مولانا سندھیؒ کی نظر میں

میں روزانہ ایک دستہ کاغذ لاکر اسے لکھ لیتا تھا۔ ۱۹۱۵ء میں جب حضرت مولانا سندھیؒ اپنے استاد و مربی شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر افغانستان تشریف لے جا رہے تھے تو انہوں نے مجھے فرمایا کہ وہ تحریر شدہ کاپیاں انہیں دے دیں میں نے معذرت پیش کی کہ یہ تو میرا سارا علم ہے۔ خدا نے کام لینا تھا۔ میں حضرت کے ارشادات لکھ کر پکا تا تھا، اور دہرا تا تھا۔

حضرت شیخ التفسیرؒ کی علمی محنت و مشقت

عصر کے وقت دیگر طلبہ تو سیر و سیاحت کے لئے نکلتے اور میں روزانہ خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر جاکر سبق یاد کرتا تھا۔ ان دس شاگردوں میں سے کسی کو اشاعت کی توفیق نہ ملی نہ ان مولویوں میں سے کسی نے یہ خدمت ادا کی اور نہ ان گریجویٹوں میں سے کسی نے یہ فریضہ سرانجام دیا۔

حالانکہ میرے تمام ساتھی مجرد تھے اور میں بال بچے دار تھا۔ میرے بڑے لڑکے مولوی حبیب اللہ وہاں پیدا ہوئے تھے جو اب مسجد نبویؐ میں روضۂ اقدس کے سامنے درس دے رہے ہیں دارالعلوم دیوبند کے فاضل و سند یافتہ ہیں۔ شام کو حدیث اور صبح کو قرآن مجید کا درس عربی میں دیتے ہیں چونکہ وہ پانچوں مولوی نہ لکھتے تھے اور نہ اسباق کو دہراتے تھے۔ اس لئے ان کو اس خدمت کا موقعہ میسر

نہ ہوا اور انگریزی دانوں کا تو پوچھنے ہی کیا! میرے پاس سولہ کاپیاں تھیں، جن میں سے بعض انگریزی میں ضبط کر لی گئیں تھیں۔

الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کام لیا اور اس وقت سے لے کر آج تک درس قرآن کی خدمت کی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے۔ آج کوئی صوبہ اور ضلع ایسا نہیں جہاں پر یہاں کے فارغ شدہ فضلاء نہ ہوں اور قرآن و حدیث کی اشاعت میں مصروف نہ ہوں۔ آپ حضرات سے بھی یہی توقع ہے کہ آپ قرآن کو سمجھیں گے اور پھر یہاں سے جا کر اوروں کو سمجھائیں گے۔

چند مبادی

مقصد سے پہلے میں چند مبادی عرض کرنا چاہتا ہوں تاکہ تمہیں مقاصد سمجھنے میں بصیرت حاصل ہو

(۱) ایک تو یہ کہ تمہیں جلالین شریف اور بیضاوی شریف پڑھنے کے بعد قرآن مجید کے ترجمہ کی دوبارہ ضرورت کیوں پیش آئی۔ اس لئے کہ تم نے اب تک جلالین اور بیضاوی کے ضمن میں قرآن مجید کا ترجمہ کیا تھا۔ قرآن مجید کو سامنے رکھ کر آپ نے ترجمہ نہیں سیکھا۔ قرآن شریف پر بنفسہ غور نہیں کیا۔ بلکہ تفاسیر کے ضمن میں ترجمہ کو تبعاً پڑھا، صرفی و نحوی الجھنوں میں پھنس کر قرآنی تعلیمات سے بے خبر رہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ فقہائے عظام کا مسلمہ قانون ہے کہ مورد اگرچہ خاص ہوتا ہے مگر حکم عام ہوتا ہے اور دوران علت پر دوران حکم ہوتا ہے یعنی کسی آیت کا نزول اگرچہ کسی واقعہ خاص میں ہوتا ہے مگر الفاظ کے عموم کی وجہ سے اس کا اجراء ہر جگہ ہو سکتا ہے آپ نے اس نقطۂ نگاہ سے قرآن مجید پر کبھی غور نہیں کیا۔ یعنی موارد خصوصی کو قواعد عمومی میں منتقل کرنا ایک اہم ضابطہ ہے۔ آپ کو ان چیزوں کی ضرورت ہے۔ جلالین اور بیضاوی میں یہ چیزیں نہیں ملتیں میرا مقصد ان کتابوں پر تنقید نہیں اللہ تعالیٰ نے ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ کو قبول فرمایا ہے مدت مدید سے لاکھوں افراد ان کتابوں کو پڑھ چکے ہیں اور پڑھ رہے ہیں۔ درس نظامی میں یہ کتابیں شامل ہیں ان کے بغیر کوئی مولوی نہیں بن سکتا۔ لیکن معاف کیجئے ان کے متعلق یہ تو نہیں کہا گیا ھوالاول ھوالآخر۔ ان کتابوں میں تو صرف لفظی اور معنوی تحقیق ہے ان میں منتہائے مقصد نہیں۔ یہی وجہ ہے۔ آپ حضرات کو ان کتابوں کے پڑھنے کے بعد بھی قرآن مجید کے علوم و معارف سمجھنے کی ضرورت محسوس ہوئی

(۲) تفسیر کے تین اقسام

تفسیر فسر سے مشتق ہے فسر کے معنی واضح اور روشن ہونا ہے فن تفسیر کو بھی اس لئے تفسیر کہتے ہیں کہ اسمیں قرآن مجید کے معانی و مطالب کو اس طرح واضح کر کے ظاہر کر دیا جاتا ہے جس میں شک و شبہ باقی نہ رہے۔

تفسیر کے تین اقسام ہیں (۱) تفسیر صحیح (۲) تفسیر بالرائ (۳) تفسیر بالاعتبار والتاویل

(۱) تفسیر صحیح

مایتوقف علی المنقول والمراد من المنقول الکتاب والسنۃ وکلاھما منقول لان من الابتداء الی یومنا ھذا والمراد من السنۃ ما انا علیہ واصحابی

تفسیر صحیح میں سیاق و سباق کو مد نظر رکھا جائے معنیٰ حقیقی یا مجاز متعارف لئے جائیں حدیث یا صحابہ کے اقوال سے استدلال ہو۔ کیونکہ حضورؐ آپ کے صحابہ کرام قرآن مجید کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں۔

(۲) تفسیر بالرائ

مالایتوقف علی المنقول بل یکون مخالفا منہ فھو ان کان مخرجا من الکتاب نحو لما کان مخالفا من المنقول لا یقبل اصلا مثالہ ما اذا قال قائل حی علی الصلوٰۃ فیقول الآخر انا اصلی ای ادعو لان معنی الصلوٰۃ الدعاء فانا اصلی صلوٰۃ ای ادعو دعاء لا تصلون مثلھا فھو تفسیر بالرأی وھو حرام کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من قال فی القرآن بغیر علم وفی روایۃ برأیہ فلیتبوء مقعدہ من النار۔[2]

کیونکہ عربی بہت وسیع زبان ہے ایک ایک لفظ کے کئی معنیٰ ہوتے ہیں۔ سیاق و سباق بدلنے کی وجہ سے معنیٰ بھی بدل جاتے ہیں۔ جو تفسیر حضورؐ صلعم نے خود فرمائی ہو اس سے بڑھ کر اور کوئی تفسیر ہو نہیں سکتی۔ حضورؐ ہی کے متعلق خود منزل قرآن فرماتے ہیں۔ ویعلمھم الکتاب یہ رسولؐ لوگوں کو قرآن سمجھائے گا۔ حضور قرآن مجید کی زندہ تفسیر تھے ان اقوال و افعال نے قرآن مجید کا عملی نمونہ دنیا کو بتایا ہے اسی لئے حضرت عائشہؓ سے جب حضور کے اخلاق کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کان خلقہ القرآن اور اللہ تعالےٰ نے خود تصدیق فرمائی وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی جو بات حضورؐ نے ارشاد فرمائی وہ وحی ہے۔ کل ما نطق بہ الرسول فھو وحی وھو قسمین۔ جلی و خفی والجلی یعنی المتلو یعنیٰ والخفی یعنی غیر متلو تو معلوم ہوا کہ تفسیر بالرائ ناجائز ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے۔

من تکلم فی القرآن برأیہ فاصاب فقد اخطاء

جس نے قرآن مجید میں اپنی رائے سے کلام کیا اور وہ اس کلام میں حق کو پہنچا مگر پھر بھی اس نے غلطی کی کہ اپنی رائے کو قرآن میں دخل دیا۔

(۳) تفسیر بالتاویل والاعتبار

تاویل تو اوّل سے مشتق ہے اول بمعنیٰ رجوع کردن۔ رجوع کرنا ہے اور مفسرین کے اصطلاح میں تفسیر بالتاویل سے یہ مراد ہے کہ قرآن کریم کی آیات محکمہ کی ایسی تفسیر کی جائے جو کتاب اللہ اور سنت رسول کے مخالف نہ ہو صرف الکلام عن الظاھر الی احتمال غیر مخالف لکتاب اللہ وسنۃ رسول اللہؐ۔ گویا تفسیر بالتاویل والاعتبار استنباط الاحکام العمومیۃ من النصوص الخاصۃ قرآن مجید میں جو حالات و واقعات مذکور ہیں۔ ان کو اپنے اوپر چسپاں کرنا اور اس آئینہ میں اپنا منہ دیکھنا۔ کیونکہ اول کے معنی رجوع کرنا یعنی کتاب اللہ کو اپنی طرف رجوع کر کے لانا۔ لان القرآن نزل لکل قوم اینما کانوا من غیر خصوصیۃ مصر وعصر کانہ نزل الینا الیوم من اللوح المحفوظ فالتفسیر بالتاویل والاعتبار جائز بل ضروری للعلماء الماھرین فی علوم الکتاب والسنۃ۔ کیونکہ قرآن مجید کا صحیح فائدہ اور مقصودی چیز اس کے بغیر سمجھ میں آ نہیں سکتی آپ کی ذمہ داری ہے کہ آپ اس کتاب اللہ کو سمجھ کر خلق خدا کو سمجھائیں اور لوگوں کے سمجھانے کے لئے آپؐ کو تفسیر بالاعتبار والتاویل کو استعمال میں لانا ہو گا۔ مثلاً آپ سورۂ الفیل کی تفسیر بیان کر رہے ہیں پس اگر آپ صرف واقعہ سنائیں کہ ابرہہ شاہ حبشہ کی طرف سے گورنر تھا اور حضورؐ کی ولادت باسعادت سے قبل بیت اللہ کے مسمار کرنے کے لئے اس نے مکہ معظمہ پر فوج کشی کی تھی۔ کیونکہ اس نے اپنا کعبہ بنایا تھا لوگوں کو اس کی عبادت و تعظیم پر مجبور کرتا تھا۔ مگر وہ اس ارادہ میں کامیاب نہ ہوا تو اس نے سوچا کہ جب تک بیت اللہ کو نہ مٹایا جائے تب تک میرا بنایا ہوا کعبہ کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے اس کو پرندوں کے ذریعہ شکست دی اسی طرح اگر آپ تمام قصہ سناتے چلے جائیں تو تفسیر کا حق تو ادا ہو جائے گا۔ مگر اصلاح خلق نہ ہوگی عوام کو کوئی فائدہ نہ ہوگا نہ کوئی خاص سبق حاصل ہوگا۔ جب تک کہ اس

باقی ص ۱۸ پر

---

[1] حضرت شیخ التفسیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں بطور جملہ معترضہ فرمایا تھا: میں کہتا ہوں کہ جو ترجمہ کے لئے آئے وہ پہلے یہاں سے آئے تاکہ مبادی سمجھ کر بعد میں قرآن شریف کے مقاصد کو سمجھنے میں دقت نہ ہو۔ بعد میں آنے والے طالبعلم کو مبادی نہ معلوم ہونے کی وجہ سے سمجھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ ش۔ ح

[2] حضورؐ نے فرمایا جو قرآن مجید کی تفسیر بغیر کسی شرعی دلیل کے کرے گا وہ اپنے لئے جہنم میں جگہ بنائے گا

خطبہ جمعہ

بقیہ:۔ شرافت اسلامی

مقام فاضل ترین ہے۔ محدث بیہقی نے سیدنا حسین ابن علیؓ سے متعلق روایت نقل کی ہے کہ آپ کو ایک جاریہ وضو کرا رہی تھی کہ لوٹا ہاتھ سے چھوٹ کر آپ پہ گرا۔ غصہ آنا امر طبعی تھا باندی نے فوراً الفاظِ قرآنی "الکاظمین الغیظ" اپنی زبان سے ادا کئے۔ آپ کا غصہ دور ہو گیا۔ پھر جاریہ نے "العافین عن الناس" پڑھا۔ آپ نے فرمایا:۔ "میں نے معاف کر دیا"۔ اب جاریہ کی زبان پر واللہ یحب المحسنین۔ آیا آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے آزاد کیا"۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی تو خیر من وعن، قرآن کے سانچہ میں ڈھلی ہوئی تھی ہی۔ رسول پاکؐ سے متعلق قرب و قرابت رکھنے اور آپ کا اتباع کرنے والے بھی کس درجہ نفوس قدسیہ کے مالک بن چکے تھے۔ اس واقعہ سے اس کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

دشمنوں سے شریفانہ سلوک

اسلام عام مقدمات و معاملات میں بھی مسلمانوں کو دشمنوں سے نیک سلوک روا رکھنے کا حکم دیتا ہے اور کسی صورت میں اجازت نہیں دیتا کہ حق و صداقت اور عدل و تہذیب کا دامن ہاتھ سے چھوڑا جائے۔

لا یجرمنکم شنأن قوم علی ان لا تعدلوا اعدلو کسی قوم کی دشمنی تم کو اس پر آمادہ اور برانگیختہ نہ کرے کہ تم عدل و انصاف نہ کرو عدل کیا کرو۔

کیا آج بھی اس تہذیب و تمدن کے دور میں کوئی قوم کسی دشمن کے ساتھ سلوک کرنے کے لیے تیار ہے؟ کوئی پیش کر سکتا ہے نظیر اس کی تاریخ شاہد ہے کہ نہ کبھی ایسا کسی اور قوم نے کیا اور نہ اب کوئی کرتا ہے۔ تباہ کرنا، جلانا مارنا۔ قتل عام کرنا اور بلا امتیاز مرد و زن اور صغیر و کبیر کے تلوار کے گھاٹ اتارنا یا بموں سے اڑانا ہر زمانے میں عام بات رہی ہے۔ یقین نہ ہو تو اوراق سیر دیکھ لو۔ فلسطین کے در و دیوار سے پوچھ لو یا الجزائر کے ذرات خون آشام کی زبان سے سن لو۔ یہ کلام رحمٰن اور اسلام ہی کی شان ہے کہ اعلان کرے۔

یا ایھا الذین آمنوا کونوا قوامین بالقسط ..... تا ..... والاقربین، اے ایمان والو! مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو۔ خدا لگتی گواہی دو خواہ یہ خدا لگتی گواہی تمہاری اپنی ذات کے، تمہارے ماں باپ کے، اور رشتہ دارو

بقیہ:۔ درس قرآن مجید

آئینہ میں قوم کو اپنی صورت نہ دکھائی جائے کہ یہ چھوٹی سی سورت اس مقصد کے لئے اتاری گئی ہے اس کا موضوع یہ ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے خلاصہ کا ماخذ فلاں آیت ہے مثلاً یوں کہا جائے کہ صورت کا عنوان اور موضوع یہ ہے۔ کہ توہین شائر اللہ سے ذلت لازم ہے اور ماخذ اس صورت کا پہلی آیت ہے تو اب عوام کو یہ معلوم ہوگا کہ جو کوئی بھی شائر اللہ کی توہین کرے گا۔ وہ ذلت و رسوائی میں مبتلا ہوگا اور یہ ایک قانون کی شکل میں ہر اس شخص پہ منطبق ہوگا جو کتاب اللہ یا بیت اللہ یا حدیث رسول اللہ، نماز اور دیگر شعائر کی توہین کر رہا ہو۔ اسی طرح ابولہب کا قصہ بیان کرنے سے سورۂ لہب کی تفسیر ہو جائے گی۔ مگر لوگوں کو یہ معلوم نہ ہوگا کہ یہ کلمات قرآنیہ صرف ابولہب کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں یا اور کوئی بھی اس کا مصداق بن سکتا ہے۔ جب موضوع اور خلاصہ بیان ہو جائے تو لوگوں کو قانون کلی معلوم ہو جائے گا جس کا تعلق خاص فرد سے نہ ہوگا، بلکہ دوران علت کی بناء پر دوران حکم ہوگا۔

میں نے اب تک تمہید[1] میں چار مبادی بیان کئے ۱ ایک تو یہ کہ تمہیں ترجمہ قرآن مجید کی ضرورت دوبارہ کیوں محسوس ہوئی ۲ تفسیر صحیح ۳ تفسیر بالرائی ۴ تفسیر بالاعتبار والتاویل

حضرت شیخ التفسیرؒ کے ترجمہ کی بنیاد امام الہند حضرت شاہ ولی اللہؒ کے فلسفہ پر ہے

ایسے ہی واقعات دیکھ کر آرنلڈ اور دوسرے کئی فرنگی فضلاء ورطۂ حیرت میں گم ہو کر کہتے ہیں کہ عرب جیسی تند خو، جنگجو اور جدل پیشہ قوم کے سامنے علم و ضبط، صلح و آشتی کے ایسے معیار پیش کرنا اور پھر اس تعلیم کو کامیاب بنا لیجانا خود ایک اعجاز ہے۔

واقعی یہ پیغمبر اسلام کی روحانی اور عملی تعلیم کا کرشمہ تھا۔ کہ دنیا نے شرافت کے ایسے ایسے پیارے اور پاکباز نمونے دیکھے کہ انبیاء کے بعد صفحۂ ارضی پر ان کی نظیر ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی۔

کون ہے جو دشمنوں کی گالیوں کا بدلہ صفح جمیل سے دے ان کے مظالم کا مقابلہ صبر جمیل سے کرے ان کی خود غرضیوں اور جہالتوں کا جواب ہجر جمیل سے دے؟ اللہ تعالے ہمیں صحیح معنوں میں حضور کی اتباع کی توفیق دے۔ اور اسلامی شرافت کا چلتا پھرتا نمونہ بنائے۔ تاکہ ہم نوع انسانی

۵۔ پانچویں بات یہ ہے کہ جو چیزیں آپ کو ذکر کروں گا اس کی بنیاد حجۃ اللہ فی الارض امام اہل الحق فی الہند امام الفلاسفۃ فی الشریعۃ امام اہل الشریعۃ و الطریقۃ امام المفسرین حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فلسفہ پہ مبنی ہو گی۔ خداوند قدوس نے حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن و حدیث کے اسرار رموز علوم و معارف کا علم عطا فرمایا تھا۔ میں تو کہتا ہوں فوز الکبیر اور حجۃ اللہ البالغہ کو پڑھ کر پھر قرآن مجید کا ترجمہ اگر کوئی پڑھے تو تب سمجھ میں آئے گا کہ قرآنی مقاصد و تعلیمات کیا ہیں۔ اس الہامی کتاب کے فلسفے اور حکمتیں کیا ہیں۔

الحمد للہ میں نے حضرت مولانا عبیداللہ صاحب سندھیؒ سے حجۃ اللہ البالغہ سبقاً سبقاً پڑھی ہے۔ ایک دفعہ نہیں کئی مرتبہ اور پھر طلبہ کو متعدد بار پڑھائی ہے۔ اس کے قواعد و ضوابط کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عصر حاضر کے لئے یہ کتاب نازل فرمائی ہے آج حجۃ اللہ البالغہ پڑھانے والے علماء صفحہ ہستی پہ باقی نہیں رہے۔ فخر المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کاشمیری اور شیخ الحدیث مولانا حسین احمد صاحب مدنی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب جیسے اکابرین اس کتاب کو بخوبی پڑھا سکتے تھے

وامابنعمۃ ربک فحدث بندہ نے چونکہ حجۃ اللہ البالغہ کو بار بار پڑھا ہے اور پڑھایا ہے لفضلہ تعالیٰ طلبہ کو کچھ سمجھا سکتا ہوں، حضرت مولانا سندھیؒ علوم شاہ ولی اللہؒ کے صحیح ترجمان تھے ناچیز نے ان کی آغوش تربیت میں رہنے کی بدولت یہ کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی ہیں،

حضرت شیخ التفسیرؒ نے چالیس سال مسلسل اپنے شیخ و مرشد سے اکتساب فیض و رشد کیا

میں نے جب بیعت کی تو میری بیعت کے بعد میرے شیخ و مرشد چالیس برس زندہ رہے اور مجھے چالیس سال مسلسل ان سے اکتساب فیض کے مواقع نصیب ہوئے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ دوران ترجمہ اس کا ماخذ حضرت شاہ ولی اللہؒ کا فلسفہ اور طرز تفسیر ہوگا۔ ان کا نظیر ہندوستان میں پیدا نہیں ہوا۔ جب سے اسلام ہندوستان میں پھیلا ہے اس وقت سے آج تک اس سرزمین میں ان کے پائے کا کوئی شخص نہیں آیا۔ تو کچھ معروضات ہوں گی۔ وہ عقل و فلسفہ سے متعلق ہوں گی۔ انہیں عوام کیلئے بھی

(باقی آئندہ)

[1] حضرت مولاناؒ نے مبادی میں یہ بھی فرمایا تھا کہ قرآن مجید کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو فطرت سلیمہ رکھتے ہیں۔ (رشید علی)

بچوں کا صفحہ

حضرت علیؓ کا عدل اور زہد و تقویٰ

از محمد امین بورسٹل جیل لاہور

حضرت علی صاحب سیفؑ ہونے کے علاوہ صاحب قلم - ایک بہت بلند پایۂ عالم ایک عظیم مفکر اور بہت بڑے منصف اور عادل بھی تھے - زہد و اتقاء کے لحاظ سے بھی آپ بہت بلند مرتبے کے مالک تھے رسولِ پاکؐ فرمایا کرتے تھے :" میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے "۔ رسولِ پاکؐ کے زمانہ میں آپ یمن کے قاضی ہوا کرتے تھے - آپ کے فیصلے اتنے صحیح ہوا کرتے کہ دوسرے قاضی آپ کے فیصلوں کی نقلیں پڑھ کر اُن سے استفادہ کرتے - آپ حضرت ابوبکرؓ اور سیدنا عمر فاروقؓ کے مشیرِ خاص تھے اور اہم ترین اموریں آپ کی رائے نہایت صائب ہوتی تھی ذیل میں چند واقعات پیش کیے جاتے ہیں جن سے حضرت علی کی ذہانت اور زہد و تقویٰ کا واضح ثبوت ملتا ہے - ایک دفعہ حضرت عمرؓ کا دربار لگا ہوا تھا - آپ کے دربار میں ایک عورت پیش کی گئی جس پر زناکاری کا الزام تھا چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنے فیصلے میں حکم دیا کہ اس عورت کو سنگسار کر دیا جائے - حضرت علی بھی وہیں موجود تھے - آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ عورت حاملہ ہے اور وضع حمل تک اس پر کسی شرعی حد کا اطلاق نہیں ہوسکتا - جب حضرت عمرؓ نے یہ سُنا تو فرمایا اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو جاتا اور اس ہلاکت سے مراد اس بچے کا مرنا تھا جو حاملہ عورت کے پیٹ میں تھا - یعنی حضرت عمرؓ اس بچے کے قتل میں مجرم قرار پاتے -

اسی طرح ایک دفعہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ دونوں اکٹھے بیٹھے دوستانہ ماحول میں باتیں کر رہے تھے کہ ایک یہودی آیا اور کہنے لگا کہ میں حضرت علیؓ پر دعویٰ کرنا چاہتا ہوں - حضرت عمرؓ نے فوراً حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ "ابو الحسن" (یہ حضرت علیؓ کی کنیت تھی) سامنے آؤ - حضرت علیؓ سامنے تشریف لے آئے تو آپ کے ماتھے پر بل پڑ گیا - حضرت عمر نے مقدمہ سُن کر فیصلہ فرمادیا - جب یہودی چلا گیا تو حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا کہ یہودی کے برابر کھڑا ہوتے وقت آپ کے ماتھے پر بل کیوں پڑا تھا - حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے یہودی کے برابر کھڑا ہونے میں عار نہ تھی بلکہ میں تو اس لیے چیں بجبیں ہوا تھا کہ آپ نے مقدمہ سننے کے لیے مجھے علیؓ کے بجائے "ابو الحسن" کہہ کر کیوں پکارا تھا - اس سے یہودی کے دل میں یہ وہم پیدا نہ ہوا ہو کہ مسلمانوں کی عدالت میں بھی عزت اور مرتبے کا لحاظ رکھا جاتا ہے - سبحان اللہ کیا شان تھی !

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ خلیفہ بنے ، چنانچہ آپ نے جب امیر معاویہؓ کے خلاف جنگ صفین میں جانے کے لیے تیاری کی تو تلاش کے باوجود آپ کی زرہ نہ ملی - چنانچہ جب آپ جنگ کے بعد واپس تشریف لائے تو وہی زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی گئی جب آپ نے یہودی سے زرہ واپس لینا چاہی تو وہ معترض ہوا چنانچہ آپ نے قاضی وقت کی عدالت میں مقدمہ کر دیا - قاضی نے خلیفۂ وقت سے شہادت مانگی تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میرا بیٹا حسنؓ اور غلام قنبرؓ دونوں گواہی دیں گے - مگر قاضی نے کہا کہ باپ کے حق میں بیٹے کی گواہی پر اکتفا اور انحصار نہیں کیا جا سکتا - جب یہودی نے یہ سُنا اور دیکھا کہ خلیفۂ وقت سے بھی عدالت میں ایک عام آدمی کا سا سلوک کیا جا رہا ہے تو کہنے لگا کہ واقعی یہ زرہ حضرت علیؓ کی ہے - اور یہ دینِ اسلام دینِ فطرت ہے ، پس وہ فوراً مسلمان ہو گیا -

آپؓ غربت ، درویشی ، قناعت اور صبر و شکر کے سر چشمہ تھے ، ایک دفعہ کسی نے آپ کی درویشی اور فقر و فاقہ کا ذکر کیا تو حضرت علی نے ایک شعر فرما دیا - جس کا مطلب یہ ہے :- کہ ہم خدا کی تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم سے نوازا ہے اور مال و دولت جاہلوں کے حصے میں آیا ہے - حضرت عقیلؓ آپ کے بھائی تھے ، ایک دفعہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیت المال سے کچھ درہم مانگے - حضرت علیؓ اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر کے بعد گرم سلاخیں اٹھائے واپس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ " اے عقیلؓ - کیا تم مجھے ان سلاخوں سے داغنا پسند کرتے ہو " بیت المال تو عوام کا ہے اور میں اس میں سے ایک کوڑی تک بھی لینے کا مجاز نہیں - چنانچہ حضرت عقیلؓ واپس تشریف لے گئے -



بقیہ احادیثِ رسولؐ

تقاضائے عقل تقاضائے طبیعت پر غالب آجائے - آپ جانتے ہیں ——

—— کہ ایمان صرف عقائد و عمل کا نام نہیں بلکہ ان کیفیات کا نام ہے جن سے شدہ شدہ مومن کا قلب مزین و رنگین ہو جاتا ہے شفا میں سیرت محمد بن اسحاق سے نقل کیا ہے کہ جنگِ احد میں ایک انصاری عورت کا باپ ، بھائی ، شوہر تینوں شہید ہو گئے جب اسے خبر ملی تو اس نے دریافت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو بخیر ہیں ، لوگوں نے کہا ہاں بخیریت ہیں اس نے کہا چلو مجھے دکھلاؤ تاکہ میں خود آپ کے روئے انور کو دیکھ لوں - جب اس نے آپ کو دیکھ لیا تو بولی ——

جب آپؐ زندہ و سلامت ہیں تو اس کے بعد ہر مصیبت آسان ہے :

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

ایڈیٹر عبیداللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۷/۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۲۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

سوانح حیات حضرت مولانا احمد علیؒ کی تدوین و اشاعت

تفسیر قرآن حکیم و تدریس حدیث و فقہ میں شیخ التفسیر حضرت مولانا مولوی احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پایہ بہت بلند ہے۔ آپ نہ صرف عالم دین تھے بلکہ زہد و تقویٰ کے لحاظ سے اپنے زمانے کے بہت بڑے ولی اللہ تھے۔

حضرتؒ کی ساری زندگی قرآن و سنّت کے درس میں گزری۔ آپ نے اعلائے کلمۃ الحق کے لیے اپنا ہر سانس وقف کر دیا تھا۔ آپ عمر بھر شرک و بدعت، کفر و الحاد اور رسومِ قبیحہ کے خلاف مصروفِ جہاد رہے۔ ہزاروں گم کردہ راہ بدعقیدہ لوگ جو شعائرِ اسلام کا تمسخر اڑاتے تھے، آپ کی بصیرت افروز تقریر و تحریر سے متاثر ہو کر راہِ راست پر آ گئے اور اب سچے مسلمان کی زندگی گزار رہے ہیں۔ آپ کا یہ کارنامہ ہر لحاظ سے حیرت انگیز ہے۔

حضرت مولانا احمد علیؒ قَالَ اللہُ وَقَالَ الرَّسُوْلُ کی جیتی جاگتی تفسیر تھے۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، غرضیکہ ہر عمل اور ہر قول محض رضائے الٰہی و خوشنودیٔ رسولِ برحق کے لیے تھا۔ آپ کے اقوال و اعمال ملّتِ اسلامیہ کے لیے تاقیامت مشعلِ راہِ ہدایت کا کام دیں گے۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو اور زبانِ مبارک سے نکلا ہوا ہر قول طالبانِ حق کے لیے محفوظ کر لیا جائے۔

حضرت کے عقیدت مند یہ سن کر خوش ہوں گے کہ پاکستان کے مشہور ادارۂ طباعت و اشاعت "فیروز سنز" نے اس مایۂ ناز دینی رہنما کے سوانح حیات پر مشتمل ایک مبسوط و مستند کتاب شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور اس گراں قدر کام کے لیے حضرت مولاناؒ سے قریبی تعلق رکھنے والے ایک اہلِ قلم کی خدمات حاصل کر لی ہیں۔

لیکن ظاہر ہے کہ اس جلیل القدر شخصیت کی حیات پر قلم اٹھانا اور اس کی زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنا کسی فردِ واحد کی دسترس سے باہر ہے۔ یہ سوانح حیات اسی صورت میں جامع و مانع ہو سکتی ہے۔ جب کہ وہ تمام علمائے کرام اور صوفیائے عظام جنھوں نے کسی نہ کسی صورت میں حضرتؒ سے فیضِ روحانی حاصل کیا ہے اور انھیں مولاناؒ کی صحبت میں بیٹھنے، ارشاداتِ گرامی سننے اور انھیں قریب سے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔ مولاناؒ کی زندگی کے متعلق وہ تمام حالات و واقعات جن کا انھیں علم ہو ارسال کر کے اس کارِ خیر میں مصنّف سے تعاون کریں۔

حضرت مولاناؒ کے ذاتی خطوط بھی علم و عرفان کا سرچشمہ ہوتے تھے۔ آپ کی سوانح میں آپ کے وہ تمام خطوط بھی شامل کیے جائیں گے جو آپ نے اپنے احباب، تلامذہ، مریدوں اور معتقدوں کو تحریر فرمائے تھے۔ اگر کسی صاحب کے پاس حضرت مولاناؒ کا کوئی مکتوبِ گرامی محفوظ ہو تو براہِ کرم ہمیں ارسال فرما دیں۔ انشاء اللہ استفادہ کے بعد بشکریہ واپس کر دیا جائے گا۔

عبیداللہ انور
امیر انجمن خدام الدین
شیرانوالہ دروازہ - لاہور

(فیروز سنز لمیٹڈ پریس لاہور میں زیرِ اہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا)